معراج الادب
مرتبہ
دعا ڈبائیوی

معراج الادب

یعنی

سالانہ مشاعرہ بزم ادب ڈبائی

منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء

کی

غزلیات و نظمیات

مرتبہ

دعا ۔ سکریٹری بزم ادب ڈبائی
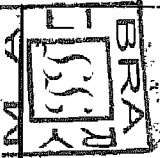
روداد

مشاعرہ سالانہ ڈبائی ضلع بلندشہر ۱۹۳۲ء

حضرات!

ہر چند کہ میری ہستی بے بساط اس شرف و افتخار کی اہل کسی اعتبار سے بھی نہ تھی کہ میں اس سالانہ عظیم الشان مشاعرہ کا سکریٹری منتخب کیا جاؤں - بالخصوص جب کہ میں ڈبائی سے ایک مسافتِ بعید پر مستقلاً سکونت پذیر رہنے پر مجبور ہوں - تاہم جب اس عہدۂ جلیل کا بار میرے دوشِ غیر مستحق پر کثرتِ رائے بلکہ بالاتفاق ڈال دیا گیا تو بمصداق الامر فوق الادب جرأت اغماض نہ ہو سکا - یہ بھی ایک حقیقت صریح ہے کہ میں ان فرائض محودہ کی بجا آوری میں کماحقہٗ ہی نہیں بلکہ مثقال ذرہ کے ہم وزن بھی کامیاب نہیں ہوا ہوں - جو میرے ذمہ واجب الادا تھے - لیکن جو کچھ قدر قلیل امکاناً مجھ سے ادا ہو سکے وہ بہت ہی کم اپنی ذات خاص سے اور بہت کچھ اپنے معاونین مخلص کی امداد سے میں نے ادا کیے - پس قبل اسکے کہ میں روداد مشاعرہ ہذا کے متعلق کچھ عرض کروں - اپنا فرض مقدم سمجھتا ہوں کہ ان تمام

ادبائے باکمال اور حاضرین والا مرتبت سے اپنی متعدد کوتاہیوں کے لئے معذرت خواہی کروں۔ جنہوں نے اپنی شرکت بابرکت سے اس بزم سخن کی رونق کو دوبالا فرما کر جمیع اہل ڈبائی کو علی العموم اور مجھ ناچیز کو بالخصوص دائماً ممنون احسانِ بیکراں فرمایا۔

حضرات! مقام ڈبائی کی قصباتی حیثیت کو دیکھتے ہوئے تصور اور گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ یہاں پر اس شان کے مشاعروں کا انعقاد کبھی بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ لیکن جب عملاً یہ دیکھا جاتا ہے کہ سال بسال یہ مشاعرے کامیاب تر ہوتے جاتے ہیں۔ تو اس خطۂ مردم خیز کی قابلِ رشک ترقیوں پر مرحبا اور آفریں کہنے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے کیوں نہ ہو جب کہ ایک جماعت کی جماعت ہر امکانی ایثار و قربانی کے لئے ہمہ تن مستعد و منہمک ہو کر اسکو معراج ترقی پر پہنچانے کے لئے کوشاں رہتی ہو۔

چنانچہ سال گذشتہ کی طرح اب کی بار بھی یہاں کے بزم سخن کے سالانہ مشاعرے کے انعقاد کا اعلان مکمل طریق پر ہو جانے کے بعد حضرت احسن مارہروی مخبر فصیح الملک حضرت داغ کی صدارتِ بابرکت میں ۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء کو مشاعرہ مذکورہ بالا کا آغاز ہوا۔ یہ مشاعرہ خاکسار سکریٹری کے جدید مکان میں منعقد ہوا۔ جو برقی روشنی اور آرائش تمناسب و مناسب سے بدرجۂ کمال مزین تھا۔ اور جس نے شب تاریک کو روز روشن سے تبدیل کر دیا تھا۔ حضرات شرکا کی تعداد کم و بیش

ڈیڑھ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ جو اصحاب ذوق کی زبردست دلچسپی کا بین ثبوت ہے۔ شعرائے بیرونی میں قابل ذکر علاوہ حضرت صدر مدظلہٗ کے جناب قمر بدایونی۔ جناب یوسف علیگڈھی۔ جناب کیف مرادآبادی جناب قمر جلالوی۔ جناب ساغر نظامی۔ جناب نشتر ملبراجی۔ جناب ابر گنوری۔ جناب سائل میرٹھی۔ جناب مست گنوری۔ جناب ارشدی بدایونی جناب جمال صابری۔ جناب فلک کاکوری۔ جناب گلزار صدیقی جناب کتھ بہری جناب قابل گلاوٹھی۔ جناب وفا گوالیاری۔ جناب انعام گوالیاری اور جناب فیاض گوالیاری کی ذاتہائے گرامی ہیں۔ مقامی شعراء کی تعداد کثیر ان کے علاوہ حاضر و موجود تھی۔ دور اول میں جو دو بجے شب تک جاری رہا۔ حضرات آرزو و فا ڈبائیوی کی غزلیں خصوصیت کے ساتھ کامیاب رہیں۔ ۲ بجے پر چائے نوشی کے لئے سلسلۂ سخن کو تقریباً آدھ گھنٹے کے لئے روکنا پڑا۔ اس کے بعد بیرونی شعرا کی باری آئی۔ جس میں وفا صاحب گوالیاری نے سب سے پہلے سامعہ نوازی فرمائی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ غزل حسب امید خوب چمکی۔ اس کے بعد جسقدر غزلیں ہوتی گئیں۔ وہ بہتر و برتر ہی ہوتی گئیں۔ حضرت قابل فدائی گلاوٹھی۔ نشتر صاحب ملبراجی۔ ابر صاحب گنوری۔ انعام صاحب گوالیاری۔ جمال صاحب صابری۔ فیاض صاحب گوالیاری۔ برادر مکرم جوہر صاحب ڈبائیوی۔ کیف صاحب مرادآبادی و یوسف صاحب علیگڈھی کی غزلیں خاص طور سے نہایت کامیاب رہیں۔ ۴ بجے کے عمل میں

ناچیز سکریٹری نے اپنی غزل پڑھی۔ جو لفضلہٖ اس درجہ کامیاب اور مقبول ہوئی کہ حضرت صدر قبلہ مدظلہٗ نے ازراہِ غایت شفقت و حوصلہ افزائی (ورنہ من آنم کہ من دانم) اس ناچیز کو سینے سے لگا لیا۔ اور بہت تعریف فرمائی۔ حضرت قمر بدایونی مدظلہٗ اور حضرت صدر مدظلہٗ کی غزلوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ ہر مصرع انتخاب تھا۔ ہر شعر لاجواب تھا۔ دونوں غزلیں نہایت ہی مرصع تھیں۔ دوران مشاعرہ تقریباً ۲ بجے جناب ساغر نظامی تشریف فرمائے بزم سخن ہوئے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں اس کمال خوبی سے ترنم ریزی فرمائی کہ تمام بزم پر ایک وجدانی کیف طاری ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صاحب موصوف کی دلکش طرز ادا آپ کے کلام کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتی ہے۔ ۵ بجے تک انتہائی لطف و خوبی کے ساتھ قائم رہ کر سلسلۂ سخن سنجی بخیر و خوبی ختم ہوا۔

چونکہ اس امر کی انتہائی کوشش کی گئی تھی کہ کسی صاحب کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ الحمد للہ کہ منتظمین کی سعی ہر اعتبار سے مشکور ہوئی اور ہر مہمان کو ہر طرح آسائش و آرام حاصل رہا۔ اور کسی کو ادنیٰ ترین شکایت کا بھی موقعہ نہ آنے پایا۔

اس مختصر روداد جلسہ کے معرض تحریر میں لانے کے بعد اور مضمون ہذا کو بالکل ختم کر دینے سے قبل اسکے اہم اور ضروری ترین حصہ کا بیان کرنا ابھی مجھ پر لازم و باقی ہے۔ جس کے بغیر مضمون مذکور ناقص نامکمل اور تشنۂ تحقیق رہجائے گا۔ یعنی یہ کہ اس جلسہ کو اسقدر زبردست کامیابی

بخشنے کا باعث جن اصحاب کی ان تھک اور مسلسل کوششیں ہوئی ہیں اُن کے متعلق کچھ نہ لکھنا انتہائی ناشکرگذاری اور محسن کشی کا مترادف ہوگا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سپاسِ حقیقی کے مستحق برادرِ محترم حافظ صدیق حسن صاحب قبلہ کی ذاتِ مبارک ہے جنکے متعلق بالکل بلامبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے وجود باجود کے بغیر جلسہ بڑا ایک جسدِ بے روح ہوتا۔ آپ میں انتظامی مادہ خلقی اور فطری ہے۔ اور موقع و محل کے موافق و مطابق ہر کام کو انتہائی خوش اسلوبی سے سرانجام کو پہونچانے میں ہمیشہ آپ بدل وجان ساعی رہتے ہیں۔ چنانچہ اس مشاعرہ کے موقعہ پر بھی آپ نے اس قدر محنت و کوشش سے کام لیا جسکا اعادہ تحصیل حاصل ہے۔ اس لئے اُسکا بیان ناممکن ہے۔ اس کے بعد میں اپنے برادرِ حقیقی عزیزی ارتضیٰ احسن صاحب سلمہٗ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی۔ کا خصوصیت سے ممنون ہوں۔ جنہوں نے وقت انعقاد مشاعرے تک یہ محسوس ہی نہ ہونے دیا کہ میں اصلی کام کے وقت ڈہاکہ میں اپنی ذات خاص سے غیر موجود تھا۔ اور بلامبالغہ میرے دست و پا بنکر اسقدر سرگرمی اور خلوص جوش و خروش سے کام لیا کہ "قوت بازو" کی ضرب المثل کو بالکل صحیح ثابت کردیا۔ عزیزی حفظ الرحمٰن صاحب کیتھر سلمہٗ یونیورسٹی ڈہاکہ کا بھی میں تہ دل سے ممنون ہوں کہ عزیز موصوف کی ذات ایک حد تک کامیابی

مشاعرہ کی باعث تھی۔
ساتھ ہی میں جناب بابو کانتی پرشاد صاحب اسسٹنٹ سکریٹری عزیزی ظہیر حسن سلمہٗ سب انسپکٹر صدر استقبالیہ۔ فیض الحسن صاحب سکریٹری معلومات۔ سید حسن صاحب سید سکریٹری رہائش جناب بابو محمد حسن صاحب۔ وجناب عابد حسین صاحب منتظم طعام۔ وجناب شاہد حسین صاحب۔ جواد حسین صاحب۔ اظہار الحق صاحب کی سعی ہائے بلیغ وبے ریاکا تہ دل سے ممنون ہوں۔ جنہوں نے مشاعرہ کو درحقیقت مشاعرہ کہنے کا اہل بنادیا۔ اور اب یہ کہنا بالکل مبالغہ نہیں معلوم ہوتا کہ مشاعرہ ہذا ایک آل انڈیا مشاعرہ کی حیثیت سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ کے رحم وکرم اور اصحاب متذکرہ بالا کی ان مخلصانہ کوششوں سے مجھے امید ہے کہ آئندہ سال کا مشاعرہ ہر سالِ ماسبق کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا رہے گا۔
سب سے آخر میں اپنے وقیع ومحترم مہمانوں کا اُنکے اس صبر آزما موسم میں تشریف ارزانی فرمانے اور برادرانِ وطن کا انکے ہر نوعی امداد پہونچانے کے لئے بیحد شکر گذار ہوں۔ اور باری تعالےٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ ان سب کی چشم کرم بدستور قائم وجاری رہے بلکہ یوماً فیوماً خلوص ومحبت میں اضافہ ہوتا رہے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

دعا ڈبائیوی
سکریٹری بزم ادب۔ ڈبائی

اظہارِ تشکر

منجانب محمد مرتضیٰ احسن دعا ڈبائیوی سکریٹری مشاعرہ بزم ادب ڈبائی

ساقی اٹھا ہے ابر۔ مئے خوشگوار لا — میخوار تیرے لطف و کرم کے نثار لا
کبتک یونہیں کرینگے ترا انتظار لا — وہ آگئی، وہ آگئی، تازہ بہار لا

جب پیٹ میں پڑیگی تو باتیں سناؤں گا
میں کام کا بشر ہوں ترے کام آؤں گا

تو جانتا ہے میری طبیعت غیور ہے — تنہا ہوں یہ پاسِ مروت سے دور ہے
میخانے میں ہر ایک کی خاطر ضرور ہو — سبکو پلا دے بخشنے والا غفور ہے

دے مژدہ نشاطِ دلِ تلخ کام کو
ساقی حلال آج بنا دے حرام کو

اب کسکا انتظار ہے ساقی شراب لا — دل سخت بیقرار ہے ساقی شراب لا
چاروں طرف بہار ہے ساقی شراب لا — تو تو پرانا یار ہے ساقی شراب لا

پی کر شراب کام نرالا دکھاؤں گا
عرشِ بریں کا حال زمیں پر سناؤں گا

آئے ہیں کیسے کیسے بشر دیکھ تو سہی — انکا کمال انکا ہنر دیکھ تو سہی
اٹھ ادھر اٹھا کے اپنی نظر دیکھ تو سہی — ہے کسطرف خیال، ادھر دیکھ تو سہی

جو ہے یہاں وہ اپنی جگہ ذی شعور ہے
کوئی کچھ اور ہو نہ ہو شاعر ضرور ہے

بزم ادب کی خوبیٔ قسمت تھی یہ کہاں
ہوں جمع ایسی گوہر بار ہستیاں

دنیا میں انکی ذات سے ہے علم کا نشاں
ہے آج سرزمین ڈبائی بھی آسماں

آزار و غم سفر کے ہزاروں اٹھائے ہیں
جاڑے میں دور دور سے تشریف لائے ہیں

روحِ ادب ہیں جانِ ادب ہیں یہ ہستیاں
اس دور میں نشانِ ادب ہیں یہ ہستیاں

توقیر علم و شانِ ادب ہیں یہ ہستیاں
زیبائشِ مکانِ ادب ہیں یہ ہستیاں

بزم ادب انھیں کے ہے دم سے سجی ہوئی
میں انکا شکر ادا نہ کروں ایک ہی ہوئی

اب ارتضیٰ احسن سے ہے روئے سخن مرا
ہر وقت اعتراف ہو اسکا مجھے دعا

بزم ادب کا مجھ سے نہ کچھ کام ہو سکا
جو کچھ کیا انھوں نے کیا بینے کیا کیا

سیکھے جہان اُن سے سبق باوفائی کا
خود زحمتیں اٹھا ہیں کیا نام بھائی کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ صدارت

مشاعرہ ڈبائی مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء

فرمودۂ

قبلہ مولانا شاہ علی احسن صاحب احسنؔ مارہروی پروفیسر اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مدظلہ العالی

بزم ادب کے ارکین، شعرائے باتمکین، اور جملہ شرکاء و حاضرین

ہر جلسہ میں صدر کا بنایا جانا ایوان اجتماع کا سنگِ بنیاد بنا ہوا ہے اور اسی کے ساتھ صدر کی افتتاحی تقریر میں منتخب کنندوں کا شکریہ زینۂ اولیں اس عمل در آمد کو شیوۂ فرسودہ کہہ دینا ممکن ہے۔ لیکن اس سے انحراف ناممکن۔ اگر یہ خیال بطور نظریہ مان لیا جائے تو متمدن انسان کو ایک نہیں، بلکہ بے شمار پرانے اقوال و اعمال چھوڑ دینے ہوں گے جن میں سب سے پہلے سلام سے ہاتھ اٹھانا پڑے گا۔ انسان اگر واقعی انسان ہے۔ تو ایسی حیوانیت پسند نہیں کر سکتا۔ لہذا اجازت

دیجئے کہ میں اس اخلاقی درس کی بسم اللہ منت پذیری کی سنتِ محمود سے کروں۔

مَن لَم یَشکُرِ النَّاسَ لَم یَشکُرِ اللہ

سپاس گذاری کے بعد اتنا ضرور عرض کرونگا کہ انتخاب صدر کے لئے غور و تامل سے کام نہیں لیا گیا۔ یہ اظہار کسی معجب نما انکسار کے پردے میں نہیں ہے۔ بلکہ فی الحقیقت اس واقفیت کو لئے ہوئے ہے کہ اب سے ربع صدی قبل تک عموماً مشاعروں میں صدارت کی یہ صورت نہ تھی۔ اور چونکہ آپ کا دعا، گو تقریباً نصف صدی پہلے سے ان مناظر کے دیکھنے کا عادی ہے جنمیں یہ نمائشی نظام کارفرما نہ تھا۔ اس لئے السیؔو واقف کا صدر بننا بیتھرئے میز فرش سے زیادہ وقیع نہیں۔ بقول راقم مشہدی

بکن بے جا تلاش صدر مجلس در دلے جاکن

کہ ہر کس دل نشین گردید صدر آستان باشد

بہر حال اب جب کہ اس بار کو اٹھائے بغیر سبکدوشی نہیں ہو سکتی تو حسب الحکم سمع خراشی کی جسارت کی جاتی ہے۔

میں اس موقع پر شاعری اور مشاعرے کی تاریخ لکھ کر مشاعرے کو یونیورسٹی کا کلاس نہ بناؤں گا۔ بلکہ وقت کی قلت کا لحاظ اور شرکائے مشاعرہ کی کثرت مذاق کا اندازہ کرتے ہوئے صرف مشاعرے کے ضروری اور غیر ضروری ہونے کے متعلق چند باتیں عرض کروں گا۔ مشاعرہ ہو یا کوئی جلسہ، ہر اجتماع کسی نہ کسی غرض و غایت کے لئے ہوا کرتا ہے ورنہ

بقول فردوسی کہنا پڑے گا۔

پئے مشورت بزم آرا ستند نشستند و گفتند و برخاستند

فنونِ لطیفہ جن میں شاعری بھی شامل ہے انسانی تمدن و معاشرت کے لحاظ سے اکتساب و استعمال کے لائق ہیں۔ مگر نہ ایسے جن پر زندگانی و معیشت کا انحصار ہو۔ جس طرح کسی محنت و انہماک کے بعد آرام و سکون لازمی ہے اسی طرح اس تسکین و راحت کو پرلطف بنانے کے لئے ایسے تفریحی مشاغل ضروری اور مفید مانے جاتے ہیں۔ ان مشاغل میں سب سے پہلے مناسبتِ طبیعت اور ملکہ و استعداد کی ضرورت ہے۔ اسکے بعد جسطرح اصلی فولاد کے جوہر صیقل و جلا سے نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح اکتساب و مشق کی بدولت قوائے ذہنی کو ترقی ہوتی ہے حلق و حنجرہ زبان و دہن ان سب کی مجموعی تخلیق و ترکیب مختلف آوازوں کا مخرج اور آلہ ضرور ہے مگر ترنم و نغمہ سرائی کے لیے جبتک فنِ موسیقی حاصل نہ کیا جائے ان آوازوں میں کوئی دلکش ترتیب پیدا نہیں ہوسکتی شعر کا اشتقاق شعور سے ہے۔ "اس صورت میں شاعری اہل شعور کے سوا اور کس کا حق ہوسکتا ہے۔ نیز ارباب شعور کی مجلسیں اور انکی بات چیت کس طرح لطف و لطائف سے خالی رہ سکتی ہے۔ شعر و شاعری کو فنِ ادب کا معلم کہنا سچا اور صحیح مقولہ ہے۔ اسی کے ذریعہ زبان و بیان کی تدوین و اصلاح ہوا کرتی ہے۔ اگر تہذیب انسانی اس مفید فن کی پابندی نہ کرتی تو کوئی زبان علمی حیثیت حاصل نہیں کرسکتی تھی تاریخ کی

ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زبان ابتداءً نہایت بے ربطی اور بے ترتیبی سے شروع ہوتی ہے اگر اسکو اسی انتشاری حالت میں چھوڑ دیا جائے تو وہ زبان کوئی امتیازی شان پیدا نہیں کر سکتی۔ ادبی قواعد و ضوابط عامی زبان کو علمی زبان بناتے ہیں۔ اور مذاق شعر و سخن اُس میں تنوع اور نیرنگیاں پیدا کرتا ہے۔ زبان جب میدان سخن میں معمولی بول چال سے آگے قدم بڑھاتی ہے تو رفتہ رفتہ اُس کے نئے نئے انداز نو بنو اسالیب بیان نمایاں ہوتے جاتے ہیں۔ وہی انداز و اسالیب روزمرہ۔ محاورہ۔ اصطلاح۔ استعارہ۔ تشبیہ۔ کنایہ۔ اشارہ اور اسی قسم کی بہت سی وابستگیوں کے ساتھ زبان و بیان میں وسعت و دلکشی پیدا کرتے ہیں۔

شاعری محض نظم یا قافیہ و وزن کا نام نہیں ہے۔ بلکہ بغیر قافیہ وزن نثر میں بھی شاعری ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ جسطرح انسان کی تولید بیک بینی و دو گوش عریانی کا جامہ پہنے ہوئے ہوتی ہے اور پھر اپنی پسند اور اپنے انتخاب کے مطابق ملبوسات کا ماتحت رہنا لازمۂ تہذیب سمجھا جاتا ہے اسی طرح زبان بھی اول اول تمام زیورات صنائع و بدائع سے عاری نظر آتی ہے۔ یہانتک کہ اُس کے جوہر اصلی و حقیقی فرضی و مجازی اغراض میں چھپ جاتے ہیں اور پھر یہی اختراعی لباس اسکا اوڑھنا بچھونا بنجاتا ہے انسان ہوش سنبھالتے ہی عریاں رہنا اپنے لیے ننگ سمجھتا ہے یونہیں زبان بھی اپنے نشو و نما کے بعد استعارہ و تشبیہ سے قطع تعلق کرنے کو عار جانتی ہے۔

یہ دعویٰ کہ شاعری نظم کی طرح نثر میں بھی ہوتی ہے ان مثالوں سے ثابت ہوگا۔ مرزا غالب نے اپنے ضعف و اضمحلال اور اپنی ناتوانی و کمزوری کا حال ایک خط میں اس طرح قلمبند کیا ہے۔

"اگرچہ تندرست ہوں لیکن ناتوان اور سست ہوں حواس کھو بیٹھا، حافظے کو رو بیٹھا، اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں، جتنی دیر میں ایک قد آدم دیوار اٹھے۔"

اس عبارت میں تندرست ہوں، سست ہوں یا کھو بیٹھا اور رو بیٹھا۔ اصل شاعری نہیں ہے۔ بلکہ اپنے اٹھنے کو ایک قد آدم دیوار کے اٹھنے سے تعبیر کرنا معجزہ ادب و بیان کے لئے روح رواں ہے۔

دوسرا ثبوت شمس العلماء آزاد کے اس فقرہ سے ملیگا جسکو انھوں نے امیر خسرو کی تصانیف کے سلسلے میں لکھا ہے یعنی

"خالق باری بھی انھیں کی مخلوقات فکر سے ہے"

اگر ان عبارتوں کا ترجمہ سادہ زبان میں کیا جائے تو ترجمے اور اصل عبارت میں وہی فرق و امتیاز نظر آئیگا جو ایک ننگ دھڑنگ قلندر اور ایک آراستہ و پیراستہ مہذب جامہ زیب میں ہوسکتا ہے ان توضیحات کا خلاصہ یہ ہے کہ شعر و شاعری ایک ایسی ادبی خدمت ہے جسکے بغیر جاہلانہ زبان عالمانہ نہیں بن سکتی۔ اب کہنا یہ ہے کہ جن اداروں اور انجمنوں پر زبان و ادب کی نگرانی و حفاظت فرض ہے انکا دستور العمل کیا ہونا چاہیئے۔ جیسے اردو شعراء نے مشاعروں کی ترتیب قائم کی ہے

اس وقت سے تقریباً نصف صدی قبل تک مشاعروں کو ادبی حیثیت
سے فی الواقع علمی انجمن کہا جا سکتا تھا۔ جتنے سخن گو اور جس قدر سخن
فہم مجتمع ہوتے تھے سب کے سب یکساں مذاق اور یکساں اخلاق کے
حامی و حامل ہوتے تھے۔ پڑھے لکھوں کے ساتھ ان پڑھ بھی شامل رہتے
تھے اور متین و سنجیدہ افراد کے ہمراہ ہنسوڑ اور ظریف بھی لیکن کیا
مجال کہ آداب مجلس اور طریقہ نشست و برخاست میں عوام خواص کی
خصوصیات سے سر مو تجاوز کریں۔ شعرا میں عموماً وہی حضرات ہوتے جو
خود اپنے فکر و خیال سے شعر کہہ سکتے تھے۔ دوسروں سے کہوا کر اپنے نام
سے پڑھنا بدترین عیب سمجھا جاتا تھا۔ وہ لوگ جو معمولی حرف شناس یا
بالکل کورے ہوتے تھے وہ بھی کچھ نہ کچھ خود کہتے اور اساتذہ شاعروں
کے بعد مشاعرہ میں پڑھتے۔ جس صف بندی کے ساتھ نشست ہوتی
کسی حالت میں اس سے آگے نہ بڑھتے۔ داد دینے کے لئے اول تو
صرف سربرآوردہ اور نامی شعرا پیش پیش رہتے اور اگر دوسرے شرکا
بھی داد دیتے تو اس انداز سے کہ مشاعرے کے وقار اور تمکین میں کوئی
فرق نہ آنے پاتا تھا پھر اسی کے ساتھ یہ لحاظ و پاس بھی رہتا کہ شعرا کی تحسین
و آفرین کے لئے ایسی بلند آہنگی اور ایسا غیر ملتی شور نہ ہو جس پر کسی ہنگامہ
آرائی کا یقین ہونے لگے۔ ایک دوسرے کی آواز سے تصادم نہیں ہونے
پاتا تھا۔ جتنے الفاظ اور جیسے فقرے داد کے لئے استعمال کئے جاتے
انمیں تعریض و تشنیع کا پہلو نہ ہوتا بلکہ نہایت مہذب اور سلیقہ کے ساتھ شائستہ

جملے استعمال کئے جاتے تھے۔ خوبصورت و بدصورت خوش آواز و کریہہ الصوت ہر زمانے میں ہوتے رہیں اور ہوتے رہیں گے۔ لیکن ان پیدائشی اور فطری مناظر کو دیکھ کر کسی صورت میں استہزا و تمسخر روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ ضبط و تحمل۔ مہمان نوازی اور وضعداری کی پوری نگہداشت ہوتی تھی۔ زمانۂ سلف میں بھی انانیت۔ غرور اور بے جا ترفع کے علم بردار موجود تھے۔ مگر وہ لوگ عموماً اپنی قابلیت و لیاقت کے بھروسہ پر اس عیب کو ہنر بنا دیتے تھے۔ یہ نہ تھا حیثیت علمی کچھ نہیں اور ادعائے زبانی سب کچھ۔ جو بات جس کو معلوم نہ ہوتی وہ بے تکلف اپنے سے زیادہ قابل سے پوچھ لیتا۔ اور یہ تو ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی نومشق اور معمولی شاعر بغیر کسی استاد کی وابستگی کے آزادانہ غزل خوانی کر سکے۔ یہاں میری تلخ نوائی کو معاف کیا جائے اور اس عرض کی اجازت دی جائے کہ عہد حاضر میں ہمارے ہونہار نوجوانوں کو مشاعروں سے دلچسپیاں اسی حد تک ہیں جس حد تک سنیما یا دوسرے تماشوں سے۔ ان کا ذوق خام اور شوق نا تمام ہے۔ پھر طرہ یہ کہ اس خامی کو پختگی اور اس نقص کو کمال سمجھ کر کسی باخبر ماہر فن سے مشورہ پسند نہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک نہیں بلکہ بیسیوں غلط الفاظ سیکڑوں غیر صحیح تلفظ اپنی خود رائی تحقیقات کی بنیاد پر اپنے روزمرہ میں شامل کر رہے ہیں اور ان کو مجتہدانہ حیثیت سے صحیح سمجھ رہے ہیں۔ یہ ابتلائے عام بخصوصیت ان نوجوانوں میں زیادہ اثر پذیر ہے جنھوں نے لوید

کالج لیا یونیورسٹی کی تعلیم شروع کردی ہے یا مغربی درسیات سے فارغ ہو چکے ہیں۔ خودداری (Self Respect) کے غلط استعمال کا اکثر یہ اثر دیکھا جا رہا ہے کہ ہمارے فارغ البال انگریزی خواں نوجوان کسی واقف فن کہن سال سے کچھ پوچھنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہماری پرانی تہذیب ہم کو یہ سبق دیتی ہے کہ جاننے کے بعد بھی علم کی لا انتہا وسعت کے سامنے اپنے آپ کو ایک طالب علم سے زیادہ نہ سمجھو۔ اس علم و وقوف اور جہالت و بیوقوفی کے مراتب کی ترتیب ذیل کے مشہور قطعے سے معلوم ہوگی۔

آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند — اسپ طرب خویش بر افلاک جہاند
وآنکس کہ بداند و بداند کہ نداند — آں ہم خرک لنگ بمنزل برساند
وآنکس کہ نداند و بداند کہ بداند — در جہل مرکب ابدالدہر بماند

مجھے یہ معاف کیا جائے کہ اس موقع پر دو ایک مثالیں لکھ کر جہل مرکب کا تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک طبیب نے کوئی نسخہ لکھ کر کسی ایسے بر خود غلط تیماردار کو دیا جو اسی جہل مرکب کے مرض میں مبتلا تھے۔ جس طرح نسخے کو اکثر مسلمان طبیب ہوالشافی سے شروع کرتے ہیں اسی طرح بعض اطباء آخر میں بطور دعا نافع باد لکھ کر ختم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نسخے میں بھی نافع باد لکھا گیا۔ تیماردار نے نسخہ کو پڑھ کر سمجھا کہ خولنجان و زر اناباد کی طرح نافع باد بھی کسی دوا کا نام ہے۔ عطار نے نافع باد کے سوا سب

دوائیں باندھ دیں اور انکی مفروضہ دوا سے لاعلمی ظاہر کی وہ یہ خیال کرکے
کہ کسی دوسرے عطار سے اس دوا کو لے لیا جائیگا۔ دوکان دوکان کی
خاک چھان کر نامغ باد مانگتے پھرے جب کہیں دستیاب نہ ہوئی تو مجبوراً
حکیم صاحب کے پاس آئے اور فرمایا کہ جناب آپ کی لکھی ہوئی دواؤں میں
سے ایک دوا نہیں ملتی۔ یا تو اسے بدل دیجئے یا اجازت دیجئے کہ میں دہلی
جاکر نامغ باد لے آؤں۔ چونکہ یہ حکایت لطیف بہت پرانی ہے اور اس
قسم کی حکایتیں اکثر زیب داستان کی طرح بیان کی جاتی ہیں۔ اس لئے
بہت ممکن ہے کہ دور جدید اور عصر موجودہ کے اہلِ وقوف اس کی صحت میں
کچھ شبہ کریں۔ اس لئے میں ایک تازہ شہادت پیش کرتا ہوں جو
واقعہ نہیں بلکہ وقوعہ ہے۔ بیس پچیس برس سے جس اردو کا ادب عالیہ
کے نام سے شہرہ ہو رہا ہے۔ اس میں اکثر عربی و فارسی کے نامانوس الفاظ
اور ان کی مختلف النوع ترکیبیں شامل ہو رہی ہیں۔ اسی اختراعی سلسلے
میں بعض عنوانات مثل فرمودات، شذرات، ملاحظات بھی جلی قلم سے لکھے
جاتے ہیں۔ اور انھیں میں کسی مقتدر مضمون نویس یا نظم نگار کی اعزازی
نمائش "اثر خامہ" کے عنوان سے کیجاتی ہے۔ اسی مہینے میں میرے پاس ایک
دعوت نامہ آیا ہے جس میں اثر خامہ کو کسی موقر خطاب و لقب کا ہم معنی سمجھ کر
اس طرح معنون کیا گیا ہے "قبلہ و کعبہ جناب اثر خامہ مولانا احسن مارہروی
صاحب" ان واقعات کے لکھنے سے خدانخواستہ کسی کی تضحیک تو ہین
منظور نہیں بلکہ افسوس اور شرمندگی کے ساتھ ان ابنائے زمانہ کی بے

راہروی سے مطلع کرنا ہے۔ جن کی بابت کہا گیا ہے۔

اگر بینی کہ نابینا وچاہ است
دگر خاموش بنشینی گناہ است

یہی وہ باتیں ہیں جن سے نہ صرف ہماری زبان بلکہ ہماری قومی وقعت
اعتبار کی لگا ہوں میں گھٹتی ہے۔ اور یہی وہ خود پرستی اور بدمذاقی
ہے جسکی بدولت ہمارے مشاعرے ہی ہی اور "ہاہا" کے سوا کچھ سننے نہیں دیتے
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میرا مطمح نظر شاعری کے متعلق یہ ہے کہ شاعر جسکو بجا طور پر مصور کائنات
کہا جاتا ہے اسکی قابلیت غیر محدود ہونی چاہیئے جس قدر قابلیت و معیار
نظر بلند ہوگی اسی قدر ایک دقیقہ رس طبیعت باسانی معنی یاب ہوسکیگی
مشرقی شاعری میں پابندی قوافی اور بعض اصولی خصوصیات کا انحصار
وقت طلب ہے۔ لیکن یہ پابندیاں اسی لیے لازم کی گئی ہیں خواص
شعرا کے سوا عوام کی ہوسناکی اس فن لطیف کو تحریف نہ بنا سکے۔ "تاریخ
مطالعہ کے بعد جسقدر اسلاف کے حالات پر نظر ڈالی جائے گی۔ تو قدیم
شعرا سب سخن پرست تو بے شمار نظر آئیں گے مگر سخن گو محدود سے
چند ہی ہوں گے۔ بخلاف عہد متاخرین کے کہ شعرا کی تعداد بڑھتے بڑھتے
حد سے متجاوز ہوگئی ہے۔ اس افراط و تفریط کا یہ خلاصہ ہے کہ جب تک
شاعری ان افراد کے لئے مخصوص رہی جو جامع العلوم تھے اس وقت
تک شعرا کی تعداد نہایت معقول حد تک قائم رہی۔ اور جب

ہم جیسے کم علم شعراء نے بھی آزادی سے یہ پابندی اختیار کی تو شاعری کی منزل مقصود قافیہ پیمائی تک محدود ہو گئی۔ یہ کیفیت اس وقت کی ہے جبکہ قافیہ و ردیف۔ صنائع و بدائع۔ اور استعارہ و تشبیہ غرض کہ تمام قیود و ضوابط کا التزام بطور فرض و واجب کے تھا۔ اب کہ مشرقی علوم و فنون کی ورق گردانی برائے نام امتحانوں کے گفتوں یا دلوں تک رہ گئی ہے۔ شاعری کی پرانی بندشوں کو توڑ مروڑ کر موجودہ شعراء کو یک قلم مطلق العنان بنا دیا گیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر عصر حاضر کی غیر مقید شاعری بھی قدما کی طرح مخصوص حیثیت اور نمایاں شخصیت والوں کے لئے محفوظ یعنی رزرو ڈ (Reserved) رہے تو یقیناً اردو کے لئے طرۂ امتیاز ہے ورنہ بقول مرزا غالب

"ایسی شاعری سے گھنڈ کہنا بہتر ہے"

ان بیانات سے ممکن ہے کہ بعض اصحاب کو یہ اشتباہ پیدا ہو کہ میں سرے سے اردو زبان کی توسیع یا خیالات کی اصلاح کا مخالف ہوں۔ حاشا و کلا میرا خیال ہے اور مجھے یقین کامل ہے کہ اگر اردو کو مکمل علمی زبان بنانا ہے اور اس میں ہر قسم کے خیالات ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی ہے تو بغیر تجدید و توسیع چارہ نہیں۔ لیکن واضح رہے کہ اس تجدید کی بھی تجدید ضروری ہے ورنہ یہ خواب توسیع طلب کثرت تعبیر سے بہت زیادہ پریشان کن ثابت ہو گا۔ اس مقصود کے تحفظ کی خاطر ضرورت ہے کہ اردو کے اہل ادب عموماً اور دہلی و لکھنؤ کے ارباب سخن خصوصاً وقتاً فوقتاً باہم جمع

اور بخلوص دل بغیر کسی ذاتی مناقشت و منافرت کے زبان کی اصلاح و ترقی
کی تدابیر پر غور فرمائیں۔ اور مبادلۂ خیالات کے بعد ایسا دستور العمل بنائیں جو
ادبی زبان کے لئے یکساں مفید ہو۔ لیکن اس قسم کی کوششیں انفرادی
حیثیت سے قبول عام حاصل نہیں کر سکتیں۔ انہیں اجتماعی صورتوں
میں ایک صورت کا نام "مشاعرہ" ہے۔ جس کا تنہا مقصد یہ ہونا
چاہیئے کہ مختلف صوبوں اور شہروں کے مشاہیر سخن گو اور سخن سنج
اصحاب جمع ہوکر اشعار سنیں اور سنائیں۔ اور برمحل تحسین اور حسب موقع
ضروری نکتہ چینی سے زبان کی اصلاح اور مذاق کی درستی کریں اور اپنی
خدمت ادب کو انجام تک پہونچائیں۔

ادب اور ادبیات کا بیان ایک ایسا وسیع میدان ہے جس
کے طے کرنے کے لئے پوری عمر بھی کافی نہیں اسلئے میں اپنے معروضات
کو اس اعتراف کیساتھ کہ یہ گو اس باوجود چند مجمل اشاروں اور مختصر حوالوں کے دراز
طویل ہوگئی ختم کرتا ہوں اور معزز سامعین سے سمع خراشی کی معافی چاہتا ہوں
اور ان منتشر خیالات کی سماعت فرمانے کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اسی کیساتھ
اپنے ہونہار نوجوان شعرا سے بخصوصیت امیدوار ہوں کہ وہ اپنے اسلاف کرام
کی سنی ہوئی روائتوں، عادتوں، اور خصلتوں کو اپنا شعار اور دستور العمل بناکر
اس مجلس ادب کو کامیاب بنائیں گے۔

لطیفہ بود حکایت دراز تر گفتم
چناں کہ لفظ عصا گفت موسیٰ اندر طور

معافی خواہ
احسن مارہروی
۲۵ر دسمبر ۱۹۴۲

مصرعہ طرح

آنکھ لڑنے کے لئے ہے دل ملانیکے لئے

ظہیر عالم صاحب ظہیر ڈبائیوی عمر ۸ سال خلف تجمل حسین صاحب خنجر

فکر ہے بیفائدہ کیوں گھر بنانے کیلئے — آج آئے ہیں یہاں ہم کل ہیں جانے کیلئے

سن چکے تم کہہ چکے سب اپنی اپنی روئداد — منتظر بیٹھے ہیں کچھ ہم بھی سنانے کیلئے

تیغ کرتے ہیں تہی جب وہ کوئی رہتا مگر — یاد کرتے ہیں ہمیں بھی آزمانے کے لئے

شعر ہی کیا ہے کریں جو شعر گوئی ہم ظہیر — لکھ لئے ہیں شعر کچھ ہنسنے ہنسانے کیلئے

ارشاد احمد صاحب فاضلی امید ڈبائیوی متعلم درجہ ششم کبیر ہائی اسکول ڈبائی

کاش میں شکے ہی چنتا آشیانہ کے لئے — وہ تلے بیٹھے تھے جب بجلی گرانے کے لئے

انکو دل میں میری گنجائش ہو ممکن نہیں — ہے یہ سب تقریب محبت آزمانے کے لئے

مجھ پہ عشق و رشک کے الزام اس محفل میں ہیں — نت نئے طوفان اٹھتے ہیں اٹھانے کے لئے

ہیں قفس میں ہم تو نقش لے سو اسکو کام ہے — برق کیوں مضطر ہے میرے آشیانے کے لئے

جانے حیرت ہو کہ اب کتنا حیکار افسانہ ہے — داستاں امید کی سارے زمانے کے لئے

محمد نسیم صاحب نسیم فاضلی متعلم درجہ ہفتم کبیر ہائی اسکول ڈبائی

کیوں ستم ڈھاتے ہیں وہ مجھ کو رلانیکے لئے — میں تو اس محفل میں آیا ہوں ہنسنے ہنسانیکے لئے

میری خاموشی تمہارا غیر معمولی حجاب — لگ گئی اک بات دنیا کو اڑانے کے لئے

ان کو دیکھا منہ سے نکلی دفعتاً اک آہ سرد — کوششیں کیں لاکھ جوش دل چھپانیکے لئے

بڑھ نہ جاؤ اور بھی بیتابی دل ہم نفس — آ رہی ہیں وہ مجھے غم سے چھڑانیکے لئے

میں نسیم اس باغ میں آیا ہوں بہر سیر گل — کب بہار آئے گی دیوانہ بنانیکے لئے

محمد انتصار حسین صاحب انتصار ڈبائیوی متعلم درجہ پنجم مسلم ہائی اسکول

ہم تو ہیں تیار اپنا سر کٹانیکے لئے — آپ آمادہ تو ہوں خنجر اٹھانیکے لئے

کیا جگر میرا تمہارے تیر کے قابل نہ تھا — غیر کا دل کس لئے تاکا نشانے کیلئے

خون ناحق تھا مرا اہل تمنا کا لہو — ہو گیا مشہور وہ قاتل زمانے کے لئے

ہچکیاں لیکر مریض غم نے آنکھیں بند کیں — جب سنا آتے ہیں وہ منت بڑھانیکے لئے

رنگ لائیگا ضرور الحذر یہ خون انتصار — کوششیں بے سود ہیں اس کو بچانیکے لئے

سید اولاد حسین صاحب تمنا ساکن کندرکی ضلع مراد آباد متعلم درجہ ۶

عیش دنیا کیلئے ہے کل زمانے کے لئے — دل ملا ہے ہم کو بار غم اٹھانیکے لئے

آپ کیوں راضی نہیں جلوہ دکھانیکے لئے — میرا دل بیچین ہے یہ لطف اٹھانیکے لئے

کیوں نہ ہو بیتاب جان زار جانیکے لئے — آنکھ لڑنیکے لئے ہے دل ملانیکے لئے

اے تمنا کن تمناؤں سے کس ارماں سے — ہم چلے رودادِ دل اُن کو سنانے کے لئے

محمد ضیاء الرحمٰن صاحب ضیا ڈبائیوی متعلم درجہ ششم کبیر ہائی اسکول ڈبائی

آسماں بیتاب ہے بجلی گرانے کے لئے — یا خدا میں کیا کروں اب آشیانے کے لئے
شوق مضطر ہے نقابِ رخ اٹھانے کے لئے — طور پر آجاؤ تم جلوہ دکھانے کے لئے
برقِ حسنِ یار ہے صبر آزمانے کے لئے — عشق تھا بیتاب دل مضطر ہے آنے کے لئے
راحتیں پیدا ہوئیں دنیا زمانے کے لئے — ایک میں سب سے الگ ہوں غم اٹھانے کے لئے
اے ضیا اس بزم میں ہے میرے دم سے روشنی — رونقِ محفل ہوں میں سارے زمانے کے لئے

رگھوراج سنگھ صاحب وفا ڈبائیوی متعلم انٹرمیڈیٹ کالج چندوسی تلمیذ حضرت ارماں شکارپوری

ہنستے ہو دشمن سے تم میرے جلانے کے لئے — ہنسی غیروں کو ہے مجھ پر ہنسانے کے لئے
چشم پوشی اُنکی مجھ سے اور عنایت غیر پر — راہ میں جنگلی ہیں ہم آنکھیں بچھانے کے لئے
روز لاکھوں حادثے پڑتے ہیں مجھ پر اے فلک — رہ گیا ہوں ایک میں ہی آزمانے کے لئے
سر جھکائے دیر سے ہوں میں سرِ مقتل کھڑا — کیا بہانہ آپ کو ہے خوں بہانے کے لئے
ہر طرف محفل میں وہ تیرِ نظر تولے ہوئے — تاکتے ہیں کس کا دل سینے نشانے کے لئے
آنکھ گو پھیری رہے لیکن رہے دل میں خیال — آنکھ لڑنے کے لئے ہے دل ملانے کے لئے
عشق اے فرہاد تھا رکھنا تجھے مخفی مگر — ہاں بنا تھا کوہکن الفت جتانے کے لئے
دردِ دل کی بیکسی میرا اور کیا خاطر کروں — خوں پلانے کے لئے ہے دل کھلانے کے لئے

حالِ بربادوں دیکھو چشمِ عبرت سے ذرا ۔۔۔ زر لٹانیکے لئے ہے یا ترسانے کے لئے
آنکھ نے گر بیوفائی کی ہے آنسو اے وفا ۔۔۔ بادِ وفا دل تو ہے باقی ٹھہر لگانے کے لئے

جناب محمد عبد الودود صاحب بسمل بدایونی

چاہتا ہوں اب قفس میں گھر بنانیکے لئے ۔۔۔ عمر بھر ترسا کرونگا آشیانے کے لئے
آئے وہ بیدار قسمت کو سلانیکے لئے ۔۔۔ غیر بیٹھے بزم میں مجھکو اٹھانے کے لئے
انکی نظریں آتی ہیں دل میں گھر بنانیکے لئے ۔۔۔ یعنی میرے بختِ خفتہ کو جگانے کے لئے
غصہ و غم آب و دانہ ہیں زمانے کے لئے ۔۔۔ ایک جینے کے لئے ہے ایک کھانیکے لئے
عشق میں دیکھ لیں حسن کی رعنائیاں ۔۔۔ خود ہوا لیلیٰ اپنی آنکھیں گے ترسانیکے لئے
سارے دنیا بھر رہی ہے اپنے دامانِ مراد ۔۔۔ ہم بھی اٹھیں اپنی قسمت آزمانیکے لئے
کس قدر مخمور تھی پر کیف آنکھوں کی شراب ۔۔۔ دیکھ کر جسکو مزے پینے پلانے کے لئے
اب چمن میں کس طرح رکھوں میں بنیاد نشاں ۔۔۔ ایک بھی تنکا نہیں ہے آشیانے کے لئے
بے نیاز رنگ تو ہوتا ہے لازم عشق میں ۔۔۔ حسن کو مجبور کر کے کھینچ لانیکے لئے
زیست کے دن کاٹتے ہیں کیا گلستاں کیا قفس ۔۔۔ دل ہی جانیگی جگہ بھی آشیانے کے لئے
ہر وہ جانب دل لگی کے تجربے سامان ہیں ۔۔۔ تم جفاؤں کو دل بسمل ستانے کے لئے

جناب ماسٹر عبد الحمید صاحب حمید خورجوی ہاسٹل مدرسہ و بیکر لاکی انچارج اسٹیشن دہلی

دل ملا ہے ہم کو درد و غم اٹھانے کے لئے ۔۔۔ آنکھ فرقت میں ترکی آنسو بہانے کے لئے
ہم ہوئے پیدا تڑپنے تلملانے کے لئے ۔۔۔ انکو خالق نے بنایا ہے ستانے کے لئے

آئیں وہ خنجر بکف الکا مزا ہم کون ہے — ہم تو پہلے ہی جھکے ہیں سر کٹانیکے لئے
غیر کی قسمت تو دیکھو وصل سے وہ شاد ہیں — اور میں ہوں ہجر کے صدمے اٹھانیکے لئے
آج تک یہ راز سربستہ نہ ہم پر کھل سکا — شمع جلنے کے لئے ہے یا جلانے کے لئے
جس گھڑی بجتا ہے نقارہ اجل کے کوچ کا — آدمی مجبور ہوجاتا ہے جانے کے لئے
آپ کی فرقت میں وہ بیمار الفت چل بسا — آئیے شیدا کی اپنے نعش اٹھانیکے لئے
تاب لا سکتا ہے محفل میں بھلا کوئی حمید — قصۂ غم میں اگر بیٹھا سنانے کے لئے

جناب بابو جوتی پرشاد صاحب جوتی کمپاونڈر شفاخانہ بائی

خلق ہے یوں تو ہر اک گال بجانیکے لئے — حوصلہ چاہیئے ہر شعر بنانے کے لئے
سیم تن کا ہے اگر ڈول دکھانیکے لئے — ہے مگر ڈول ذرا ہلنے ہلانے کے لئے
ہم تو بے ڈول ہی مشہور ہیں عالم میں مگر — تن ہے سانچے میں ترا ڈھلنے ڈھلانیکے لئے
ڈاکٹر دیکھنے دو آنکھوں کو، تو کر دل کا علاج — یہ ہیں لڑنیکے لئے دل ہے ملانیکے لئے
مانگ کر لیگیا نشتر وہ شفاخانہ سے — فصد جراح سے عاشق کی کرانیکے لئے
جب کراتے تھے رقیبوں کو چھپ چھپ کے علاج — اب بلایا ہے ہمیں سب کے دکھانیکے لئے
ٹمپریچر میں بتاؤں تو بتاؤں کیونکر — تھرما میٹر ہی نہیں منہ میں لگانے کے لئے
دوڑ کر جاؤ شفاخانہ لپک کر لاؤ — مرض بیمار کا تشخیص کرانے کے لئے
تھائیسس کیلئے ہے روغن ماہی زیبا — وہی کھانیکے لئے وہ ہی کھلانیکے لئے

واہ وا خوب لکھی تم نے غزل اے جوتی
بزم شعراء کو فقط ہنسنے ہنسانیکے لئے

جناب سرفراز علی صاحب کوثر گنوری

طائرِ دل چین نہ تنکے آشیانے کے لئے — آسماں تیار ہے بجلی گرانے کے لئے
دہر میں جب ہو گیا انکی جفاؤں کا شکار — تو وہ آئے ہیں وفائیں آزمانے کے لئے
اب یقیں دردِ دل شاید انہیں بھی ہو گیا — آئے ہیں مدت پہ وہ مجھکو منانے کے لئے
انتخابِ کاتبِ تقدیر تو دیکھے کوئی — غم مجھے قسمت کیا عشرت زمانے کے لئے
غنچۂ دل ہو شگفتہ کیوں نہ کوثر بعدِ مرگ — آئے ہیں پھولوں کی وہ چادر چڑھانے کے لئے

جناب جمعدار عاشق علی صاحب عاشق جاگیردار ڈبائیوی تلمیذ جناب ازل شاہجہانپوری

یہ کیا طرفہ ستم میرے جلانے کے لئے — غیر کے پہلو میں بیٹھے مسکرانے کے لئے
میں سمجھتا ہوں کہ غم میرے لئے مخصوص ہے — وقف وہ بھی ہو گیا سارے زمانے کے لئے
جلتے ہیں برق گری ہے نشیمن پر ضرور — شاخِ گل پھر کیوں تو ڈالی آشیانے کے لئے
ہر قدم پر ایک ٹھوکر یہ خالی از علت نہیں — چال کہتی ہے چلے ہو حشر ڈھانے کے لئے
جب کہیں ذکرِ وفائے جور سن پاتا ہوں میں — آپ بیتی بیٹھ جاتا ہوں سنانے کے لئے
خود پتنگا بنکے شب بھر اسکو بھی جلنا پڑا — شمع نے سوگند کھائی تھی جلانے کے لئے
خال ہائے خط کو بھی ارزاں سمجھتے تھے جو گل — آج وہ محتاج ہیں ایک ایک دانہ کے لئے
آئے دن اے آسماں تازہ ستم مجھ پر ہے کیوں — کیا نہیں ہے اور کوئی بھی ستانے کے لئے
پہلے دلکو تھام لوں میں خوب مضبوطی کیساتھ — پھر کہو ان سے جمالِ رخ دکھانے کے لئے

ہے اسی پر اب تو عاشق کا مدارِ زندگی — اشک پینے کیلئے ہو غم ہے کھانے کیلئے

جناب طالب حسین صاحب طالبؔ پنشنر ڈپٹی پوسٹماسٹر ڈابھوی

یہ شفیع الحشر ہیں سارے زمانے کے لئے — آئیں گے احمد ہی دوزخ سے بچانے کیلئے

اشتیاقِ وصل جب حق کو ہوا محبوب کا — بھیجا تب جبرئیل کو انکے بلانے کیلئے

انبیا میں کس نے پایا یہ شرف معراج کا — سب ہوئے شایان یہ رتبہ بڑھانے کیلئے

ملتا ہے ہر بیت پر بیتِ جناں مداح کو — مدح خواں ہیں اس مکاں بنا بنانے کیلئے

خادمانِ مصطفےٰ میں کیا عجب محسوب ہوں — آئے ہیں ہم یاں مقدر آزمانے کیلئے

صاحبِ لولاک کے صدقہ میں عیسیٰ کو ملا — معجزہ پایا تھا جو مردے جلانے کیلئے

اشتیاقِ دید میں بیکل ہیں ہم اے شاہِ رسل — خواب ہی میں آئیے صورت دکھانے کیلئے

آپکے دیدار سے ہو شیشۂ روشن چشمِ دل — ہے یہ صورت داغِ حسرت کے مٹانے کیلئے

آپ ہی محبوبِ حق ہاں مجمعِ اوصاف ہیں — آپکے اوصاف ہیں سارے زمانے کیلئے

دیکھئے کب ہو زیارت آپکی اے خوشخصال — بیٹھے ہیں ہم ہجر میں آنسو بہانے کیلئے

ہے حیات سا ہماری زندگی مستعار — آئے ہیں دنیا میں ہم دنیا سے جانے کیلئے

قبر میں جب ہم کریں منکر نکیر آ کر سوال — آنا اے حضرت جواب انکے بتانے کیلئے

آئے ہیں اس بزم میں جو نظم کے سب جوہری — آیا طالبؔ بھی طبع کے جوہر دکھانے کیلئے

جناب عبدالحی صاحب فنا الفنا عطا سبحانی ڈابھوی

مجھ سے بدلے آپنے سارے زمانے کیلئے — دل دیا تھا میں نے یہ انعام پانے کیلئے

عشق میں کیا جان کا غم فکر کیا ذلت کریں — جان جانیکے لئے دل ہے گنوانے کے لئے
سر میں تیشہ مار کر فرہاد تو نے کیا کیا — خوف پیدا کر دیا سارے زمانے کے لئے
رو رہا ہوں میں ابھی پہلو سے جانا کیا ضرور — ایسی باتیں اور تم کہتے ہو جانے کیلئے
حضرت ناصح کرم فرمائیے بہر خدا — آ گئے پھر آپ میری جان کھانیکے لئے
وہ اگر سمجھیں تو عرض مدعا کچھ بھی نہیں — ورنہ سب کچھ ہے یہی قصہ بڑھانیکے لئے
زہد سے مطلب نہیں باقی نہ تقوی سے غرض — کیا کیا تم نے غضب جنت میں جانیکے لئے

جناب لیکھراج صاحب پوشیدہ جہانگیرآبادی

خوب کی ذلت مری عزت بڑھانیکے لئے — خود اٹھے محفل سے وہ مجھکو اٹھانیکے لئے
پھر گئی گھورے کی بھی بارہ برس کے بعد میں — سو گئے پہلو میں وہ قسمت جگانیکے لئے
بے طرح ضد پر دل بے صبر کا ہے منتا ہی نہیں — سیکڑوں کیں منتیں اسکے منانیکے لئے
دب گیا احسان و شرم سے میں زمیں کے اندر — آئے جب میت کو وہ کاندھا لگانیکے لئے
شب کو پریوں میں ہوں نکلو رہو تسخیر میں — ہو ہوائی جہاز اک تفریح منانیکے لئے
خوب پوشیدہ اڑی ہے پر کی شیخ بزم میں — دل میں میرے اور انکے میل لانیکے لئے

جناب ادریس حسن صاحب مشفق ٹیلر ماسٹر علی گڑھ

مجلسیں ایسی ہی کرتے آپ آنیکے لئے — ہو گئے تیار جتنی جلد جانے کے لئے
کان سننے کے لئے ہیں لب سنانیکے لئے — آنکھ لڑنیکے لئے ہے دل ملانیکے لئے
اٹھنے والے اٹھ گئے آرام سے سو بھی گئے — رہ گئے ہم ہجر کے صدمے اٹھانیکے لئے

کلکِ قدرت نے ازل میں رنج و غم بخشے مجھے ۔۔۔ عیش و عشرت لکھ دی سارے زمانے کے لئے
مرحبا شوقِ شہادت آگیا وقتِ قضا ۔۔۔ آ رہے ہیں شاہ خنجر آزمانے کے لئے
موت آ اور فیصلہ کر زندگی عشق کا ۔۔۔ آئے دن یہ روز کے قصے مٹانے کے لئے
کر رہا ہے اک بتِ کافر مجھے مجبور آج ۔۔۔ آستانِ غیر پر گردن جھکانے کے لئے
حضرتِ واعظ کا منہ جانتے ہیں مشفق کام کیا ۔۔۔ آئے بنکر ناصحا باتیں بنانے کے لئے

جنابِ صابر علی صاحب صابرؔ ڈبائیوی متعلم درجہ نہم کبیر ہائی اسکول ڈبائی

ہے یہ بیکل ابھی محبت آزمانے کے لئے ۔۔۔ کھینچ لو اک تیر ترکش سے نشانے کے لئے
آخری دیدار کی حسرت جو تھی احباب کو ۔۔۔ منہ سے سرکایا کفن تربت جھکانے کے لئے
کر دیا بادِ مخالف نے انھیں بھی منتشر ۔۔۔ تنکے جو دو چار تھے آشیانے کے لئے
بیٹھے ہیں قتل گہ میں ہو گیا سینہ سپر ۔۔۔ کیا مجھے خنجر دکھایا تھا ڈرانے کے لئے
لو مرے دل کبھی نہ باز آئے شرارت دیکھئے ۔۔۔ غیر کے ساتھ آئے ہیں تربت مٹانے کے لئے
فصلِ گل میں یہ کرم اتنا کرم احباب کا ۔۔۔ لائے ہیں پھول تربت پر چڑھانے کے لئے
صبر کر صابرؔ تحمل سے ذرا تو کام لے ۔۔۔ کیا عجب ہے آئیں وہ جلوہ دکھانے کے لئے

جنابِ کنور محمد معشوق علیخاں صاحب معشوقؔ اکبرپوری

شوخیاں گر کم رہیں میری ستانے کے لئے ۔۔۔ تیغِ ابرو کھینچ لو میرے مٹانے کے لئے
وہ بھی آئیں حوصلے دل کے مٹانے کے لئے ۔۔۔ آج مقتل میں چلیں گے سر کٹانے کے لئے
اے خیالِ نقشِ تصویرِ تمنائے وصال ۔۔۔ تو مجھے کیوں چھیڑ دیتا ہے رلانے کے لئے

مدت چھپا قاصد کہا بھی یہی مجھ کو تصویر یار
یہ دکھانے کے لئے ہے یا چھپانے کے لئے

دار پہ بیمار عشق ان کی ہم یار آنکھوں میں ہیں
وہ چلے آئیں ذرا آنکھیں دکھانے کے لئے

کیا بتاؤں کیوں یاد دل حضرت مقصود نے
اور سراپا ناز تیرے ناز اٹھانے کے لئے

جناب قاضی عثمان صاحب عثمان خورجوی تلمیذ جناب ازل آشنا شاہجہانپوری

خود نہیں تیار ہرگز اٹھ کے جانے کے لئے
ہیں ابھی اکڑوں جو آپ آئے ہیں اٹھانے کے لئے

موسم گل میں نظر گلچیں کی یا صیاد کی
برق ہے مخصوص میرے آشیانے کے لئے

اٹھ گئے اہل تعلق بزم الفت سے تمام
رہ گیا ہوں اک تڑپنے تلملانے کے لئے

وصل کی شب بھی انہیں عذر حنابندی رہا
یہ بلا اچھا بہانا خوں بہانے کے لئے

پی گئے ہوتی جو پرواز لبالب پر نظر
شیخ جی آئے تھے بے پر کی اڑانے کے لئے

یہ بھی کہتے ہیں کہ ہے عذر حنابندی فضول
اور صورت بھی نہیں ملتی بہانے کے لئے

گلشن عالم میں ہے باد حوادث کا یہ حال
اڑ گئے جب لائے تنکے آشیانے کے لئے

دیکھئے اس در سے کچھ ملتا بھی ہے یا کچھ نہیں
آج ہم جاتے ہیں قسمت آزمانے کے لئے

شاعری سے گو نسبتاً بھی مجھ کو کچھ نسبت نہیں
شعر کیا عثمان تیں لکھوں سنانے کے لئے

جناب منشی نصیر احمد صاحب نصیر (تمری) علی گڑھ

خوب سوچی شرط وعدہ نہ آنے کے لئے
لاؤ مہندی ہی لگا بیٹھیں بہانے کے لئے

کر چکا ہوں ختم انجام محبت کی کتاب
ایک باب قبر ہے باقی فسانے کے لئے

جانے کیا مجھ کو دکھائیگا دل بے اختیار
کہہ رہا ہے محفل دشمن میں جانے کے لئے

علم ہوجاتا ماسٹر کی خستہ حالی کا اگر | کون آتا پھر یہاں غزلیں سنانے کے لئے
پاس ہی - اے شیخ تیرے سوچتی وہ دہر اک جہاں | ہے ضرورت حسن کے اک ٹک اٹھانے کے لئے
دیکھنا جوتے نہ اڑ جائیں کسی کے ہم نشیں | بزم میں وہ آئیں گے جوتے چرانے کے لئے
مر گیا ہوں سرو قد کی یاد میں اے چارہ گر | پاسباں کچھ چاہئیں میت اٹھانے کے لئے
دل لگانے کو نہیں ملتا کوئی اے کوہ کن | یار میرے تو بھی آجا دل لگانے کے لئے
ختم کر لی ہے غلامی اب جناب عشق کی | مجھ حسیں بلوائے ہیں جیل خانے کے لئے
اپنی منزل کا نشاں وہ سمجھتے ہیں مجھے | حشر میں لیجائینگے چندہ کرانے کے لئے
تکا جھینگا، اولی دشلجم اور گردے کے کباب | انکی دعوت میں یہ چارہ تھا کھلانے کے لئے

جناب منشی شبیر حسین صاحب شبر (قمری) ٹیلر ماسٹر علی گڑھ

سوز دل میں آنکھ میں آنسو بہانے کے لئے | آگ لگانے کو ہے آتش اک بجھانے کے لئے
کیوں ابھی گرتی نہیں ہے تجلی جلانے کے لئے | ہیں ذرا تنکے تو چن لوں آشیانے کے لئے
پہلے گھر اپنا اٹھا دونگا میں جب لگا ہے میر | برق کو زحمت نہ دو لگا آشیانے کے لئے
وہ برائے سیر جب گلشن میں آئے شام کو | نرگس شہلا اٹھی آنکھیں بچھانے کے لئے
پھڑکڑ کے رنج قفس میں کٹ رہا ہوں ختم دل | چن رہا ہوں پھول اپنے آشیانے کے لئے
حال رخ دیکھا جو ان کا گیسوؤں کے جال میں | طائر دل پھنس گیا خود دانہ کھانے کے لئے
میں یہی سمجھا قفس میں جب کھلی تھی بند تھا | آسماں روتا ہے میرے آشیانے کے لئے
حضرت موسیٰ کو کتنی حسرت دیدار ہے | طور پر آتے ہیں جلوہ آزمانے کے لئے
بجلیوں سے دور تجلی کے خیالوں میں بھی دور | خواب میں چنتا ہوں تنکے آشیانے کے لئے

ہاتھ خالی تربت شبّر پہ کیوں آئی ہو تم
کم سے کم دو پھول تو لاتے چڑھانے کے لئے

جناب سید مصطفےٰ حسین صاحب منظر جلیسری

آپ رونے کیلئے انکو رولانے کے لئے
داستانِ درد لایا ہوں سنانے کے لئے

ساقیا ہونے لگی بارش اٹھا جام شراب
سازِ فطرت چھڑ گیا نغمہ سنانے کے لئے

اس طرح اٹھیں گے ہم اے چارہ گر دیکھے گا تو
روٹھنے والے بھی آئیں گے منانے کے لئے

مجھ سے تم کیا پوچھتے ہو خنجروں سے پوچھ لو
خون کر کے اٹھ گئے مہندی لگانے کے لئے

کیوں نہیں اٹھتی گھٹا الیس مت ربا جھوم کر
وہ چڑھے ہیں بام پر گیسو سکھانے کے لئے

پڑھ کے لیں صیاد نے لاکھوں بلائیں شجر پر
برق لے لو سو ہزاروں آشیانے کے لئے

بارہا آئینہ دیکھا جا رہا ہے بار بار
شام سے طیاریاں ہیں تم کو لانے کے لئے

یہ فضا یہ بدلیاں یہ سبزہ یہ فصلِ بہار
کوئی ہونا چاہئے پینے پلانے کے لئے

غیر کے ہمراہ لائے شمع تربت دیکھنا
انکا یہ منظر پسِ مردن جلانے کے لئے

اے۔ آر گلزار کرمی میرٹھ

برق بھی ہے آتشِ گل بھی جلانے کے لئے
دو جگہ کی آگ ہے اک آشیانے کیلئے

دل کبھی نکلا نہیں کہتے ہو جانے کے لئے
دیکھنے آئے ہو یا صورت دکھانے کے لئے

بن بھی جائے جلد ہی کہیں اے مٹنے والے آشیاں
بجلیاں بیتاب سی ہیں تیرے جلانے کے لئے

ذکر تم پر کیسے رہا ہے نرگسی آنکھوں کا خواب
کون جاگے رات بھر تیری سنانے کے لئے

پہلے جب تجلی جھلکی تھی کہا کرتا تھا میں
یہ چراغ اچھا ہے میرے آشیانے کے لئے

وہ مرض بالیں سے اٹھے بھی کہ دم ٹوٹا مرا — موت شاید منتظر تھی اس بہانے کیلئے

دل تمہیں دیدیں تو دیا بچپن میں اب کیا اور دو — جان رکھ لی ہے جوانی کے زمانے کیلئے

اپنی ناسازی طبیعت کی رقیبوں کا سلام — تم نے جو لکھا وہ لکھا دل دکھانے کیلئے

خواب میں صیاد انجمیں جب قفس والے خموش — ہم اکیلے رو رہے ہیں آشیانے کے لئے

مجھ کو اے گلزار ابراہیم سے پوچھے کوئی — آگ میں پھینکے گئے تھے جب جلانے کیلئے

جناب بالورام صاحب بیخود ڈبائیوی

ربط حسن و عشق ہے باہم نبھانے کیلئے — ہم فنا ہونے کیلئے تم روٹھ جانے کیلئے

اپنے سر پر رنج و غم سارے زمانے کیلئے — کیا تمہیں تھا ایک میرا دل لگانے کیلئے

سامنے میری وفا اے غیر کی تعریف ہے — پھر لگا لی چھیڑ میرا دل دکھانے کیلئے

حشر برپا ہو گیا گنج شہیدان میں حضور — آپ آتے ہی رہے ٹھوکر لگانے کیلئے

ایک ہی تیر نظر نے دل کے ٹکڑے کر دئے — یہ نشانہ تاک کر تھا تو اڑانے کیلئے

شمع محفل بنکے بیٹھے ہیں وہ بزم غیر میں — صورت پروانہ میرا دل جلانے کیلئے

بجلیاں گرنے کو ہیں ہوشیار اے مرغ چمن — کس لئے چنتا ہے تنکے آشیانے کیلئے

وہ سوال وصل پر روٹھے ہوئے ہیں دیر سے — چل دل بے مدعا ان کو منانے کیلئے

چلدئے دامن جھٹک مدفن بیخود سے آہ — آئے تھے وہ شمع تربت کو بجھانے کیلئے

جناب سید حیدر حسین صاحب ناظم مدرسین مدرسہ اسلامیہ ناصریہ ڈبائی

ساتھ تھا خیر الوریٰ کے دین آنے کیلئے — اور گویا کفر تھا دنیا سے جانے کیلئے

جب ہوئی پیدا محمد آلی ہا لُف کی صدا — رحمتِ حق آپ ہیں ساری زمانے کیلئے

شانِ احمد دیکھ کر یہ خضر خود ہی بول اٹھے — ایسا ہی ہادی ہو راہِ حق کہانے کیلئے

ر غلمان و ملائک میں تھا غل یہ عرش پر — آتے ہیں محبوب معراج پانے کیلئے

عاصیانِ امتِ احمد کہیں گے روزِ حشر — شافعِ محشر وہ آئے بخشوانے کیلئے

ہ شق القمر کا سب پہ روشن ہو گیا — کافروں نے چاہا جب حق آزمانے کیلئے

تشنگان امتِ عاصی کو کیا خوفِ عطش — ہیں جو حضرت ساقیِ کوثر پلانے کیلئے

شوقِ دیدارِ حبیب کبریا اور درد ہجر — یہ تمنا نکلے لئے ہے وہ رُلانے کیلئے

روتا ہوں ہجرِ پیمبر میں جو یارو زار زار — ہیں یہ آنسو آتشِ دوزخ بجھانے کیلئے

بے درود آل احمد کب ہے اتمام نماز — یہ شرف ہی خلق میں اس ہی گھرانے کیلئے

قوتِ بازوئے احمد سے تھے ید اللہ مرحبا — ذوالفقار تیز کے جوہر دکھانے کیلئے

ہے یقین خوش ہونگے سنکر اسکو کل سامعین — آیا ہی ناظم نئے مضمون سنانے کیلئے

جناب افتتاح الرحمٰن صاحب آرزو حسنی ڈبائیوی

کو دنیا کی چمن بندی دکھانے کیلئے — شوخیاں بے چین ہیں پردہ اٹھانے کیلئے

مبارک عشرتیں ساری زمانے کیلئے — ہم ہیں عاشق ہم بنے ہیں رنج اٹھانے کیلئے

ب شب ہے وقت کے فتنے اٹھے اٹھتے سو کر — صبح نے انگڑائی لی محشر اٹھانے کیلئے

شانِ یار کے بیدار ذرہ ذرہ پر نثار — بس گئے میری جبیں میں جگمگانے کیلئے

با ایمان با عزت گنوائی جان دی — اور کیا لایا انھیں دینے دلانے کیلئے

نا کے رنگین جلوہ مسکراتی ہی رہے — کائنات ہوش پر بجلی گرانے کے لئے

کھینچ لایا آپ کے در تک جبیں سائی کا شوق
اپنا سر کشتہ مقدر آزمانے کے لئے

جانتا ہوں برق بھی دشمن ہے گلچیں بھی خلاف
پھر بھی تنکے چن رہا ہوں آشیانے کے لئے

آپ کی نخوت پسندی اور میری شان عجز
درس عبرت ہوگئی سارے زمانے کے لئے

حسن کی مخمور آنکھیں مستاں ہیں سالکین
عشق کے جذبات کو بیخود بنانے کے لئے

مجھ سجدہ پا کے مجھ کو آستان یار پر
آ کے بیٹھے ہیں قیامت اٹھانے کے لئے

شام کا منتظر ہوں تک صبح دریا پر لیا کر
اپنا کی صورت نہیں ساحل تک آنے کے لئے

آرزو میں لطیف سب حرف بیر نام کے
عمر بھر ترسا کئے ملنے ملانے کے لئے

جناب آل احمد صاحب فلک کاکوری

برق ایمن مضطرب ہوگی جلانے کے لئے
طور سے لایا ہوں تنکے آشیانے کے لئے

شمع کیوں بیتاب ہے آنسو بہانے کے لئے
مست پروانہ آ ہی ہے بجھانے کے لئے

اے پریشانی فرقت آ رہی ہیں آج وہ
تو کوئی گھر ڈھونڈ لے اپنے ٹھکانے کے لئے

پھر قفس میں آج اے صیاد گھبراتا ہے دل
پھر کسی نے آج تنکے آشیانے کے لئے

آتش الفت جو بھڑکی سینۂ صدچاک میں
اشک آنکھوں سے نکل آئے بجھانے کے لئے

تیرے در کو چھوڑ کر کیوں در بدر مارا پھرا
سر ازل سے وقف ہے اس آستانے کے لئے

بدرجہ بحر حسن لا ابالی دیکھئے
عشق غوطے کھا رہا ہے ڈوب جانے کے لئے

برق ہو بار آں ہو اے صرصر ہو خزاں کوئی ہو
جو بلا ہوگی وہ ہوگی آشیانے کے لئے

جانتا ہے پوچھنا گر مجھ سے راز بیخودی
اور دے اک جام باقی ہوش کھونے کے لئے

حسن عشق الفت محبت رنج و غم امید یاس
اے فلک آسان سب ہیں کوشش کی جانے کے لئے

ابوالعرفان جناب شمشاد علی صاحب مست احسنی گنوری

شور شیون بیتابی دل کی وہ کہاں سننے کے لیے
جا رہا ہوں طور پر بجلی گرانے کے لیے

جب وہ آمادہ ہوئے ناوک لگانے کے لیے
بڑھ گیا ہاتھوں کلیجہ تیر کھانے کے لیے

جوش پر ہوں زور وحشت آزمانے کے لیے
آسماں سے خاک کے ذرے ملانے کے لیے

چن چکا تنکے جب آیا آشیانے کے لیے
بجلیاں آئیں قرینے سے جلانے کے لیے

چشم پُر حسرت کھلی ہیں امن قاتل آج
سرخیاں ہونگی وہ کل محشر فسانے کے لیے

سوختہ ساماں کی جدت قابل تعریف ہے
برق کے دامن کو تاکا آشیانے کے لیے

محبت دل آنکھوں سے نکلی تو ہے رونے کا للہ
یوں تو سب آنسو بہاتے ہیں بہانے کے لیے

ہے چمن کا گوشہ گوشہ برق کے زیر اثر
اب جگہ لاؤں کہاں سے آشیانے کے لیے

یہ سمجھ لے حشر بھی اٹھے گا تیرے ساتھ ساتھ
یوں اٹھا دی بزم سے مجھ کو اٹھانے کے لیے

ٹوٹ جائیگی نہ تیری شاخ گل اے باغباں
صرف دو تنکے چنیں گے آشیانے کے لیے

ہو گیا عقدت سے جب انکی میں برباد و تباہ
اٹھ رہی آہیں مری گھر بھی جلانے کے لیے

وعدۂ فردا کے آگے وہ بھی فرما دیجئے
رہ گئے ہوں لفظ جو حیلے بہانے کے لیے

برق تیری اہل گلشن میں بڑی توہین ہے
چرخ سے اتری ہے دو تنکے جلانے کے لیے

حشر میں اے مست وہ آئیں گے ہو کر بے نقاب
اہل محشر کو بھی دیوانہ بنانے کے لیے

جناب محمد حفظ الرحمن صاحب وفا ڈبائیوی کیتھر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

انکی محفل میں گیا تھا چوٹ کھانے کے لیے
اپنے دل میں درد کی دنیا بسانے کے لیے

آشیانہ بن رہا ہے بجلیوں کے واسطے
بجلیاں لہرا رہی ہیں آشیانے کیلئے

تا مکمل رہ نہ جائے چاک دامانی کا شوق
اپنی زلفیں کھول دو وحشت بڑھانے کیلئے

ہوش کھو کر کی ہے حاصل کائنات بیہوشی
کیوں کروں کوشش ابھی دل کے منانے کیلئے

وہ تو یوں کہئے کہ میری ہوش نے دھوکا دیا
آج وہ تیار تھے جلوا دکھانے کے لئے

حسن کی مستی ہوئی مخمور آنکھوں کا شباب
کم نہیں کچھ تن کو بے خود بنانے کے لئے

برق کو جا کر یہ کہدے کوئی پیغام دے
میں نے کچھ تنکے چنے ہیں آشیانے کے لئے

حسن کی شوخی نے پھر گیسو پریشاں کر دئے
دلکو دیوانہ سے مجھے وحشی بنانے کے لئے

جلوۂ تیری حسن کا پرتو پڑا تھا طور پر
دل میں ان ذروں کو لایا ہوں بسانے کے لئے

ہنسنے والو مجھکو میری میت پہ لانا چاہئے
دل بھی در پیش ہے سارے زمانے کے لئے

غیر کا بھی ذکر میں نے کر دیا ہے اے وفا
اپنے افسانے کو افسانہ بنانے کے لئے

جناب بابو رام سروپ صاحب. روپ ہیڈ کلرک گورنمنٹ پریس علیگڑھ

گھر مرا فردوس میں شاید بنانے کے لئے
برق تنکے لے اڑی ہے آشیانے کے لئے

جو کبھی آیا ہے یہاں آیا ہے جانے کیلئے
جا کے پھر واپس آیا منہ دکھلانے کے لئے

کہتے ہو دنیا ہے تم قبضہ جمانے کے لئے
ہو مگر کچھ تو مگر خنجر لگانے کے لئے

عظمت ورا اللہ اللہ آدمی تو آدمی
حور و غلماں تک لگے ہیں اس آستانے کے لئے

وہ بھی دن تھے جب لٹا لیتی تھی میخانہ کو ہم
اب جو پیتے ہیں ذرا سی رنگ لانے کے لئے

آئیے۔ دل لگی کے سب ساماں آچکے
دل دکھانے کیلئے ہو جی جلانے کے لئے

خانماں برباد تو ہی حال عارض کا نہیں
در بدر پھرتا ہے عالم دانے دانے کے لئے

ساحلِ دریا سے موجیں لگ گئیں سر توڑنے
جب نہا کر وہ چلے گیسو سکھانے کے لئے

وہ نہ سمجھے پر نہ بیٹھے دردِ دل لکھے تو بہت
کوششیں اُٹھ اُٹھ کے کیں نادم ہو جانے کے لئے

قیدِ زنداں سے ڈراتا ہے عبث صیاد تو
جان تک قربان کر دوں آشیانے کے لئے

جیتے جی تو گھر کیا میرا نہ روشن ایک دن
اب شمع لائے ہیں تربت پر جلانے کے لئے

دفن کر کے دوستوں نے حیف روزن سا رکھ دیا
اب بھی کچھ موقع نہ رکھا منہ چھپانے کے لئے

دیکھیے کس وقت ہو رشکِ ارم یہ گھر مرا
سنتے ہیں وہ سچ رہے ہیں رو پیا آنے کے لئے

ابوالمسعود عاشق صاحب بلخی ڈبائیوی

اتنی افتادیں پڑیں صبر آزمانے کے لئے
درسِ عبرت بن گیا ہوں میں زمانے کے لئے

روز وعدے کرتے ہیں لیکن نہ آنے کے لئے
یاد رکھتے ہیں مجھے وہ بھول جانے کے لئے

دیر میں کعبہ میں پہونچا سر جھکانے کے لئے
کیوں چھپے تم دربدر مجھکو پھرانے کے لئے

اللہ اللہ برق پاشی جلوۂ بے کیف کی
ڈھونڈتا ہوں دل کے ذرے دل بنانے کے لئے

وجہِ منعِ وصل اب کچھ بھی نظر آتی نہیں
ہم تو خود آمادہ ہیں اپنے مٹانے کے لئے

قابلِ تحسین ہے فطرت شناسی عشق کی
دل تھا آنے کے لئے اور جان جانے کے لئے

ایک ہی سجدے میں ہوتا بے نیازِ زندگی
در ترا ملتا جو مجھ کو سر جھکانے کے لئے

مرغِ بستاں کو نہیں اندیشۂ صیاد ہی
بلبلاں شعلہ بکف ہیں آشیانے کے لئے

خود مٹا جاتا ہوں میں اے غیرتِ ہمدمی
کوئی کیوں مجبور ہو میرے مٹانے کے لئے

پائمالِ عبرت پابوس ہے میری جبیں
کاش ہوتی سنگِ در اس آستانے کے لئے

کیوں بہائے پھرتا ہے طوفانِ دریائے فنا
اب تو دل لیتا ہے لہریں ڈوب جانے کے لئے

ہم نے عاشق جب کیا راہ محبت میں قدم　　داغ کھایا دل پہ ہم شمع دکھانے کیلئے

جناب برکت اللہ خاں صاحب برکت میرٹھی

ذوق سجدہ کیلئے تیرے آستانے کیلئے　　آئے ہیں ہم بھی مقدر آزمانے کیلئے

کوئی بھی آتا نہیں جسکو اٹھانے کیلئے　　درس عبرت ہے وہ لاشہ اک زمانے کیلئے

طور پر کیا آئے وہ صورت دکھانے کیلئے　　اک تماشا بن گئے سارے زمانے کیلئے

ہیں سنے جو تنکے جنت کے آشیانے کیلئے　　کوندتی ہیں بجلیاں انکو جلانے کیلئے

آئے بھی وہ ہو گئے تیار جانے کیلئے　　تو بھی اٹھا ہے درد دل انکو بٹھانے کیلئے

ساری دنیا ہے ہماری بزم ماتم میں شریک　　بیٹھ جاؤ تم بھی دو آنسو بہانے کیلئے

میرا حال پریشاں یہ مری آشفتگی　　ایک عبرت کا مرقع ہے زمانے کیلئے

جب سے دیکھا ہے ہم نے دنیا محبت میں گذر　　چل دیے ہم دوسری دنیا بسانے کیلئے

ناتوانی کی بدولت ایک مدت چاہئے　　میرے نالوں کو بھی دل سے لب تک آنے کیلئے

صرف اتنا فرق حسن و عشق کی فطرت میں ہے　　ایک جلنے کیلئے ہے اک جلانے کیلئے

کوئی آنسو بھی تو ٹپکا دیں ہم انکے سامنے　　ایک سرخی بھی تو ہو غم کے فسانے کیلئے

تھی مری ہستی ہی کیا جو تو نے بھی اتنا ستایا　　سیکڑوں ہیں گردشیں ہم سے مٹانے کیلئے

ہو گیا ہے وقف اے برکت مرا دل عشق میں　　رنج ہے سہنے کیلئے صدمہ اٹھانے کیلئے

جناب محمد محبوب الحسن صاحب ارشدی فرزند اکبر جناب قمر صاحب بدایونی

آپکا وعدہ ہے وعدے پر نہ آنے کے لئے　　میری چشم منتظر آنسو بہانے کے لئے

دوست کیوں آئے ہیں سمجھانے بجھانے کیلئے | حضرت ناصح عبث ہیں پھر آنے کیلئے
میری وحشت انتظار خانہ ویرانی میں تھی | اب مجھے کیا عذر ہے صحرا میں جانے کیلئے
آپ آئیں تو سہی تیغ آزمائیں تو سہی | ہیں بہت ناکام الفت کام آنے کیلئے
تو اگر سیلو تی کرتا تو پھر اے درد دل | کون آتا ہے کسی کے کام آنے کیلئے
بزم میں جب بات کرنی ہی نہیں منظور تھی | کوئی کیوں بیٹھا رہے خفت اٹھانے کیلئے
شرم کیسی جو رہے جاتی ندامت ہے انہیں | اک بہانہ مانگتا ہے منہ چھپانے کیلئے
جب کہا میں نے عدو کی دل دہی کرنا فرض ہے | ہنس کے فرمایا تمہارا دل دکھانے کیلئے
سیر گلشن کو کبھی جو تم بہانہ جاتے تھے کبھی | وہ اکیلے چل دئے جنگل بسانے کیلئے
وحشت دل تو صبا میں ہے تو گلشن چھوڑ کر | دشت میں جا بیٹھا ٹکا خاک اڑانے کیلئے
خون کے آنسو ہوں یا خون تمنا ارشدی | کوئی سرخی چاہیئے میری غزل لانے کیلئے

حضرت احمق پھپھوندوی

غم ہیں اور عشق ہے ذرا اک زمانے کیلئے | اے فلک بس کیا یہی تھے آزمانے کیلئے
کیا محبت کیا مروت کسکی چاہت کسکا پیار | سب یہ باتیں ہیں ہمارا دل لبھانے کیلئے
بلبلوں نے کر دیا سارے چمن کو نذر برق | چار تنکے جمع کرکے آشیانے کیلئے
یاد ہیں اب تک ہمارے کارنامے دہر کو | چھوڑی اپنی فسانے ہیں زمانے کیلئے
انکے تو ہیں ہر جگہ اسکے لئے ہی تو ہوس کباب | ایک ہم ہیں جو کیے ہیں جو دانے دانے کیلئے
بنے عاشق تو بنے یہ شوق انکا پورا کر دیا | چاہیے تھا انکو اک تدبیر بچانے کیلئے
حضرت زاہد کی باتوں سے ہمیں ہوتا ہے رنج | یہ بزرگانہ خیالات اور اس زمانے کیلئے

دیکھی طرح اب جو ڈبائی کی بڑی مہمان نواز — کس قدر دیکے ملے ہیں آج کھانے کیلئے

جناب سید محمد باقر حسین صاحب ارمان شکارپوری سکنڈ مولوی کبیر ہائی اسکول ڈبائی

کوندتی ہیں بجلیاں لکو جلانے کیلئے — غیر بیٹھے ہیں مجھ پر ہنسانے کیلئے

عیش تو روزی ہوا اسکا زمانے کیلئے — زہر غم تو رہ گیا میری ہی کھانے کیلئے

آنکھ لڑنے کیلئے ہے دل ملانے کیلئے — یہ لگانے کیلئے ہے وہ بجھانے کیلئے

بال بیکا کر سکا اہل حقیقت کا نہ کچھ — لاکھ چکر چرخ نے کھائے مٹانے کیلئے

دیکھ لیتا او جدھر انداز غمزہ اک نظر — اسطرف تھی دل ہمارا ہو لٹانے کیلئے

بے کھٹکا نہ یا غیں ہمسایہ ہوگا دوسرا — چار تنکے بھی نہیں ہیں آشیانے کیلئے

بجلی گور غریباں پر برستی دیکھ کر — کالی چادر رات لائی شامیانے کیلئے

رہتی ہے کروٹ بدلواتی شب غم بیکلی — درد ہے ہمدرد پہلو میں اٹھانے کیلئے

لائے ہو دشمن کو اپنے ساتھ میری قبر پر — گل کھلانے آئے ہو یا گل چڑھانے کیلئے

دیکھیں کیا جی پر بنے کیونکر کٹے فرقت کی شب — دل ہی پہلو میں نہیں ہے دکھ بٹانے کیلئے

ساتھ سایہ تک نہیں دیتا شب تاریک میں — وقت بد کوئی نہیں ہے کام آنے کیلئے

شاہ راہ دہر میں ارمان ایسی چال چل — جو سبق ہو جائے کچھ اگلے زمانے کیلئے

جناب شیخ انوار حسین صاحب سالک ڈبائیوی حال میرٹھ

میرا مٹنا ہی غنیمت ہے زمانے کیلئے — خاک بھی کچھ چاہئے مدت دبانے کیلئے

چار تنکے چن لئے ہیں آشیانے کیلئے
چھیڑتا ہوں برق کو یوں میں ستانے کیلئے

یہ خیال عاشقانہ تھا زلیخا کا عجب
دامن عصمت کو چھوڑا قید تھا نے کیلئے

اسطرف بھی ہاں قدر انداز چشم لطف ہے
ہم بھی دل رکھتے ہیں پہلو میں نشانے کیلئے

میرے جس ذرہ کو دیکھا نکلا وہ سنگ راہ
گم ہوا سجدہ میں تیرے آستانے کیلئے

جو زمانہ میں کہیں شائستہ گمراہی نہ ہو
تو دلیل راہ شکر عقل زیبا نے کیلئے

منزل الفت کی دوری ہو لیکا جان و دل پہ نام
ایک جا نکلے لئے ہو ایک آنے کیلئے

مجھسے سنتے داستان درد دل سنتے اگر
نامہ بر تو روز دل نہ تھا ہمدرد فسانے کیلئے

ہوشیاری میں ہی مضطر فریب ہوش ہے
ہوش سے باہر ہوں اب تک ہوش آنے کیلئے

میں بھی بیخود ہو جاؤں مے کشی کیلئے ہر پاؤں
پھر عیاں کیجیو کا منظر دکھانے کیلئے

ان کو خنجر آزمانا مجھ کو جانا ان کا شوق
لگ گیا اچھا بہانہ خون بہانے کیلئے

یاد میرے بعد میں بھی ہے سالک ڈبائی کی فضا
دور ہوں اہل وطن سے آشیانہ بنانے کیلئے

جناب بابو منوہر لال صاحب فاگوالیاری

چن رہا ہوں چار تنکے گھر بنانے کیلئے
آشیاں سے دور رہ کر آشیانے کیلئے

خوب یہ انداز سیکھا ہے ستانے کیلئے
روٹھ جاتے ہیں وہ روٹھے کو منانے کیلئے

ہیں زمانہ ساز کیوں بنتا زمانے کیلئے
کیا یہی در رہ گیا تھا سر جھکانے کیلئے

ہاں ہمیں کچھ دیکھیں بیتاب جلوؤں کی قسم
کون مضطر تھا نقاب رخ اٹھانے کیلئے

اب ہے طوفان محشر کے لئے رہتے نہ دو دل
اک بہانہ رہ گیا ہے دل ہلانے کیلئے

لے لیا طوفان نے کشتی کو پھر آغوش میں
پھر وہ موج آئی مجھے ساحل دکھانے کیلئے

یوں ہی دلکو بیک عشوہ مٹا دینا نہ تھا
کچھ تو دن لگتے ہیں اک بستی بسانے کیلئے

اسکو مستی میں بلا کر سر کرا ارمان و سکوں
اک تماشا صرف کی آتش دل بہلانے کیلئے

شام ہجر اختر شماری سے تو غیبت کتنا ہو گیا
چاند آ جاتا ہے داغ اپنے دکھانے کیلئے

اے دل ناکام تاب ضبط اسرار الم نہ
ہیں ابھی سو بجلیاں صبر آزمانے کیلئے

مسکرانے میں حیا آتی ہے مستی آئینہ سے
آسمانی رنگ کی بجلی گرانے کیلئے

وہ مجھے تسکین دینا انکا ہنگام وداع
وہ مری ناکام کوشش مسکرانے کیلئے

امتحان اہل وفا کا ہو وفا رسم جفا
یہ جفائیں ہیں وفائیں آزمانے کیلئے

جناب راحت اللہ خاں صاحب ازل شاہجہاں پوری تلمیذ

حضرت نوح ناروی

ہو نہ آنا ہی تو سو باتیں بہانے کیلئے
ورنہ آنکھ اک رکھا ہو دلمیں آنے کیلئے

عذر کافی تھا یہی مجھ تک نہ آنے کیلئے
ہم سے کم مہندی لگا لیتے دکھانے کیلئے

غنچہ غنچہ کھل کھلا کر ہنس پڑا گلزار میں
آپ سے کس نے کہا تھا مسکرانے کیلئے

یہ جگر کی خوش نصیبی تھی کہ زد میں آ گیا
ورنہ دل ناوک نے تاکا تھا نشانے کیلئے

آج باد تند نے انکو بھی پژمردہ کیا
کل جو سمجھے تھے یہ غنچہ مسکرانے کیلئے

آپکے در سے بھی آخر مل گیا کورا جواب
اب کہاں جائیں مقدر آزمانے کیلئے

یہ بھی اک زندہ کرامت حسن کی تھی ہو کلیم
ہوش جاتے ہیں کہیں پھر واپس آنے کیلئے

اے صبا جا الفراق برقع اٹھا چہرہ دکھا
غنچہ غنچہ مضطرب ہے مسکرانے کیلئے

بیکسی ہے جو ہوائے تند سے آئے باغباں
جی رہا ہوں میں وہ تنکے آشیانے کیلئے

مژدہ باد اے سرفروشانِ محبت مژدہ باد
غیر سے اٹھنے لگا وہ خنجر اٹھانے کیلئے

ہیچ سا ہستی کیا ہے گویا نیستی کی ہے دلیل
میں حقیقت میں یہاں آیا ہوں اٹھانے کیلئے

غسلِ میت اسکو قبل از وقت حاصل ہو گیا
عشق کے دریا میں جو اترا نہانے کیلئے

جناب قائل صاحب گلاؤٹھوی

موت کے رخ سے حجابِ زیست اٹھانے کیلئے
میں بگڑتا ہوں ترا نقشہ جمانے کیلئے

بے اسیری حریت راحت فضا ہوتی نہیں
ہے قفس کی بھی ضرورت آشیانے کیلئے

سجدہ ہے توہین تری بے نیازی کی مگر
سر مرا حاضر ہے تیرے آستانے کیلئے

ہے نمود و نیستی کی کشمکش کا نام زیست
زندگی ہے زندگی کا بار اٹھانے کیلئے

جستجو ہی خود فراموشاں کا عالم دیکھنا
آنکھ کی رہ تکتے ہیں اپنی راہ پانے کیلئے

غازۂ روئے حقیقت ہے غبارِ زندگی
اے اجل نہ چاہیئے میرے مٹانے کیلئے

التزام برق ہر ہر اور خس و خارِ چمن
دو بلائیں آ گئیں تیرے آشیانے کیلئے

اے دلِ مرحوم اے نقشِ ولگارِ آرزو
اب کوئی آتا نہیں فتنے اٹھانے کیلئے

ہے سکوتِ آغازِ حشر انتقالِ اضطراب
مضطرب ہے قلبِ مضطر چین پانے کیلئے

کفر ہر رگ میں ہے شانِ بے نیازی کی ادا
تیری بندے اور بتوں کے ناز اٹھانے کیلئے

یا رب انداز جہاں نے دل کو یہ کیا کر دیا
ہم وہی تو ہیں جو مرتے تھے زمانے کیلئے

پھر بھی ہے یہ مشتِ خاک آئینہ بندِ کائنات
گو خدا نا آشنا ہوں میں زمانے کیلئے

ہے دلِ پر داغ قائل آہ سوزاں کا اسیر
آندھی آئی ہے چمن کی خاک اڑانے کیلئے

جناب تحمل حسین صاحب جوہرؔ ڈبائیوی اور سیر سیو ضلع نارسنی پلی

تیر ترکش میں لیا گر ظلم ہی ڈھانے کیلئے — بار مژگاں کی لگا دو دل اڑانے کیلئے

گرتے گرتے بھی دل قاتل رہا پانے کیلئے — ہاتھ دے اسکو ہم نے بوسہ اٹھانے کیلئے

کبھی مہندی کسکی مہندی کب لگی کسکے لگی — اک بہانہ تھا ہمارا خون بہانے کیلئے

مرنے والے دور رہتے ہیں جلنے والوں سے — تم کبھی دنیا سے رہو تیار جانے کیلئے

داغ تھا جو دل میں ہے میرے جہاں میں روشنی — چاند و سورج ہیں فقط گردش دکھانے کیلئے

ہو ابھی نادان یوں سرمے میں کھیل تھما کر — ورنہ کیا لگتی ہے دنیا کو اڑانے کیلئے

سر پہ لے محور رہو کیونکر تحمل پا لیا — آج تک محتاج ہے وہ ایک دانے کیلئے

کوئی ناصح سے یہ کہدے اس ارادہ سے نہ آئیں — گھر مرا خالی ہے یوں وہ آئیں آنے کیلئے

آ گئی ہے پاس حسرت اب تو اٹھ بیٹھو ذرا — کون کہتا ہے تمہیں کاندھا لگانے کیلئے

خال رخ پر کر دیئے تل ب جگر ہم نے نثار — لگ گیا خرمن کا خرمن ایک دانے کیلئے

روٹھنا تجھ سے نہ آیا ورنہ تم کیا چیز تھے — خلد سے آئیں مجھے حوریں منانے کیلئے

آشنا تو آشنا نا آشنا تک رو دیئے — جب سنا مجبور ہوں میں زہر کھانے کیلئے

جانکنی کے وقت جوہر دل پہ یہ عقدہ کھلا — موت آتی ہے لئے ہی جان جانے کیلئے

جناب محمد انعام الرحمن صاحب انعام زبیری گوالیاری

چن رہا ہوں چار تنکے آشیانے کیلئے — رہنے سہنے کیلئے جلنے جلانے کے لئے

پھر پرستش آ رہی ہیں وہ منانے کیلئے
کچھ بہانہ ڈھونڈھ لوں آنسو بہانے کیلئے

حسن کا جور و جفا ہیں محدود میری ذات تک
انکا لطف عام ہے سارے زمانے کیلئے

کون جانے ہم سے کیوں جاتی ہے کیا چشم عتاب
وہ خفا تو ہیں دنیا کو دکھانے کیلئے

لگ کے پیچ و تاب میں ہی تسلی ملی آنکھوں سی
مستقل عنوان ہیں وہ ہر فسانے کیلئے

انکی میٹھی میٹھی باتیں انکے انداز کرم
کچھ سنانے کیلئے ہیں کچھ دکھانے کیلئے

آنکھ تو ملتی نہیں دل کیا ملیگا آپ کا
آپ آنکھیں تو ملائیں دل ملانے کیلئے

چھوڑ جائیگی نہ کوئی نامراد آرزو
مسکرا دیجے کسی کا دل بڑھانے کیلئے

ہر کسی کے سامنے کیوں سرنگوں ہو حشر میں
دامن رحمت نہیں کیا منہ چھپانے کیلئے

انکا جلوہ میری خاموشی لبِ کیا پوچھنا
ہو گئی اک بات افسانہ بنانے کیلئے

انکے دامن تک پہونچے میری وا شکِ آرزو
رقص بسمل ہے نگاہیں پہ لو بدن تھرتھرانے کیلئے

اب بھی آجائیں مری بالیں پہ کاش اِک بار وہ
منتظر ہے شمع ہستی جھلملانے کیلئے

جناب نشتر صاحب بلرامی ایڈیٹر زندگی علیگڑھ

دل ہوا نکلے لئے یا جان جانے کیلئے
فیصلہ یہ ہے کہ دونوں ہیں مٹانے کیلئے

تنگ آ ہو کر روز کے جھگڑے مٹانے کیلئے
جا رہے ہیں ہم نئی دنیا بسانے کیلئے

اضطراب نزع ہم سمجھے ترا راز خلش
درد دل اٹھا ہے اب ہم کو بٹھانے کیلئے

آبروئے تشنگان کی بھی ساقی دیکھ لے
ابر اٹھا ہے لگی اُن کی بجھانے کیلئے

آسماں پیدا ہوا ہے بجلیوں کے واسطے
بجلیاں پیدا ہوئی ہیں آشیانے کیلئے

چن تو لینے دیجیے سلیقہ سے نشیمن کچھ دنوں
بجلیاں گرتی ہیں کیوں عجلت جلانے کیلئے

کر رہے ہیں وہ کسی عدو اب دلفریبیاں
سو بہانے ڈھونڈ رکھے ہیں اک بہانے کیلئے

سو رہے ہیں خاک کے نیچے یہ جتنے حسن پوش
حشر میں اٹھیں گے یہ فتنے اٹھانے کیلئے

شوخی پردہ نشین حسن پردہ بڑھ گیا
منہ چھپایا ہے مجھے اس لئے دکھانے کیلئے

جناب سعید صاحب مارہروی خلف حضرت احسن صاحب مارہروی

ہیں زمانے میں بھلا یک آزمانے کیلئے
انکو ملتا ہی نہیں کوئی ستانے کیلئے

شاخ اک نا کی تھی ہم نے آشیانے کیلئے
بار خاطر ہو گئی سارے زمانے کیلئے

تا بسر داری سہی وہ بر داشتہ خاطر ہو گیا
دل بنایا ہی گیا ہے ناز اٹھانے کیلئے

دل کے شوق مضطرب کو ہم نہیں روکا کئے
آدمی آتا ہے اپنا انکا بلانے کیلئے

پھر وہی چار و کچھ آگئی بند ہوں تنکے پائیں
چار تنکے بھی نہ پائے آشیانے کیلئے

چند قطرے اشک خوں کے جو دامن پر گرو
بنگئے وہ سرخیاں میری فسانے کیلئے

دل اگر زخمی ہوا کچھ غم نہیں ناوک فگن
ہے جگر باقی ابھی تیرے نشانے کیلئے

اے جنون آبلہ پائی نے سیکھنے کا نام
خار صحرا کم نہیں ہمت بڑھانے کیلئے

حشر کا میدان بنجاتی ہے انکی بزم ناز
بیٹھ جاتے ہیں وہ جس جا فتنے اٹھانے کیلئے

چشم تر آہ و فغاں سوز جگر بیتابی دل
ہیں یہ سب ہمدم مرے رونے رلانے کیلئے

انکے در کو کعبہ مقصد سمجھ کر اے سعید
جائیں گے ہم بھی مقدر آزمانے کیلئے

جناب ابر صاحب انصاری گنوری

عاشقوں کی آرزوئیں اور بر آنے کیلئے
دل میں یہ مہماں نہیں آتی ہیں جانے کیلئے

دیر کی تخلیق و تزئین پھر مٹانے کیلئے — اسقدر تمہید اتنے سے فسانے کے لئے

سوز ہے ناکامیابی ہے الم ہے درد ہے — چار عنصر ہیں یہی اک دل بنانے کیلئے

آئے صحرائے عدم سے طے کیا دشت حیات — کسقدر چلنا پڑا تربت میں جانے کیلئے

ذرہ ذرہ اسکے در کا گوش بر آواز ہے — داستان سجدہ لایا ہوں سنانے کیلئے

گردش وحشت نے پہونچایا لحد تک سیم زار — آئی خشکی میں یہ کشتی ڈوب جانے کیلئے

خون عاشق سے کیا دار و رسن کو سرفراز — تھی یہی سرخی مناسب اس فسانے کیلئے

دہر میں آیا ہوں شاید بنکے خط اتصال — زندگانی کی فنا سے حد ملانے کیلئے

ہاں تو اپرداز پھر ساز الست اکبار چھیڑ — مضطرب ہے ہو تیرے نغموں میں سمانے کیلئے

بیخودی بھی تو بقدر ذوق الفت چاہیئے — مجھکو کھو جانا پڑیگا تیرے نغموں میں سمانے کیلئے

آرہی ہے شام فرقت بڑھ رہا ہے اضطراب — سوئی جاتی ہے قضا مجھکو جگانے کیلئے

حسن بے پروا کو بھی پردہ اوٹھانا ہی پڑا — عشق پا افتادہ کی ہمت بڑھانے کیلئے

ابر شعلہ ہو جبین رہیں سر بسجدے دلمیں حسن کے — ایک تجلی وقف تھی ہر آستانے کیلئے

جناب فیاض الدین صاحب فیاض گوالیاری

کیا کروں اب اپنی ناکامی چھپانے کیلئے — دل بھر آیا کی جو کوشش مسکرانے کیلئے

لاؤ تنکے ہی چنیں کچھ آشیانے کیلئے — کچھ تو ہو دنیا میں دنیا کو دکھانے کیلئے

مجھ سے ساقی نے خصوصیت دکھانے کیلئے — آنکھ کے ڈوروں میں رکھ چھوڑی پلانے کیلئے

خود چلے آئینگے وہ جلوہ دکھانے کیلئے — کون جائے طور پر باتیں بنانے کیلئے

اب وہ تنویر حقیقت ہو کہ ہو شمع مجاز — فطرتاً مجبور تھا میں سر جھکانے کیلئے

میری گمراہی کی منزل سے ہنوز واقف ابھی
خضر آئے ہیں مجھے رستہ بتانے کے لئے

جیتے اس محنت سے شاخ گل سجائی باغباں
برق نے جھک کے جھلکے بوسے آشیانے کیلئے

ہم نصیبان قفس تقدیر سے مجبور ہیں
کونا کونا جھانکتے ہیں دانے دانے کیلئے

شمع محفل اب آگئے سو تم تو رخصت دے مجھے
کوئی آنے کیلئے ہے کوئی جانے کیلئے

کھیل کر تھوڑی دیر میری قبر کے پھولوں سے وہ
چھوڑ آئے شمع کو آنسو بہانے کیلئے

اپنے اشکوں سے جو جاکتا دیکھتا ہوں میں انہیں
آنکھ جب ملتے ہیں تارے جھلملانے کیلئے

تم نہ دینا داد بیان اظہار غم الفت یہ مجھے
بات کہہ دی تھی تمہارے مسکرانے کیلئے

سو دل و جاں سے میں اس حسن ادا کے نثار
وہ مجھے دنیا میں کہتے ہیں ستانے کیلئے

محمد مرتضیٰ احسن دھاڈباپوی سکریٹری بزم ادب ٹیاٹی

روک سکتا ہے انہیں کون آنے جانے کیلئے
یہ تو سب ان کے بہانے ہیں نہ آنے کیلئے

درس عبرت کیا ہے ظالم نے زمانے کیلئے
ہم کو خالق نے بنایا ہے مٹانے کیلئے

دید کی فرصت قیامت میں کسی کو ملے گی
خوب ان کو چھپانا تھا جمال اپنا دکھانے کیلئے

حاصل صد زندگی میری لئے یہ موت ہے
آئے ہیں وہ خود مری میت اٹھانے کیلئے

آنکھ کا لڑنا ہی کیا دشمن سے لڑ جاتی ہے آنکھ
دل سے دل ہوتا ہے دنیا میں ملانے کیلئے

دل کو بسمل کر کے کدھر جاتا ہے اے تیر نظر
یہ کلیجہ رہ گیا تیرے نشانے کیلئے

حضرت موسیٰ سے جا کر پوچھئے انجام شوق
طور پر پہونچے تھے وہ آنکھیں لڑانے کیلئے

دل لگی سمجھا ہے کیا دل کا لگانا بوالہوس
ہاتھ پتھر کا ہو کلیجہ دل لگانے کیلئے

میری ہستی کو محبت نے مٹایا اس طرح
خاک بھی باقی نہ چھوڑی خاک اڑانے کیلئے

رنجشِ دشمن کا جب تم کو نہیں کوئی خیال — اُسکے گھر جاتے ہو پھر کس کے منانے کیلئے
ہجر کی شب روشنی کافی ہے داغِ ہجر کی — شمع کیوں احباب لائے ہیں جلانے کیلئے
مختصر کیا ہو اب آزار و الم کی داستاں — وہ نہیں سننے کے لئے ہم ہیں سنانے کیلئے
جب بگڑتی ہے تو کوئی بھی وفادار رہتا نہیں — دوست ہوتے ہیں فقط باتیں بنانے کیلئے

جناب جمال رضا صابری ایڈیٹر علی گڑھ پنچ

اے جنوں لے آ مرا دامن دکھانے کیلئے — آئے ہیں وہ میری وحشت آزمانے کیلئے
بجلیاں آتی ہیں مجھ کو آزمانے کیلئے — چار تنکے کوئی لا دو آشیانے کے لئے
سامنے وہ آئیں تو یہ کفر بھی منظور ہے — آج پھر تیار ہوں میں سر جھکانے کیلئے
حسن سے سامانِ وحشت کا تقاضا کیا کرو — اک نظر کافی ہے دیوانہ بنانے کیلئے
آج ساقی نے پلاتے وقت یہ کیا کہہ دیا — حشر میں کون آئے گا تجھ کو بلانے کیلئے
وہ نہیں تو سب کسی نے بھی نگاہیں پھیر لیں — کون اب آئے مری میت اٹھانے کیلئے
کیا ہوا اُنکی بزم تک آنے کا حاصل کچھ نہ پوچھ — بیخودی لائی ہے دیوانہ بنانے کیلئے
ہوشیار اے رونے والے مرقدِ برباد پر — آ رہی ہیں بدلیاں آنسو بہانے کیلئے
ذوقِ سجدہ کیا بتاؤں انکی بزمِ ناز میں — ساری دنیا آ گئی ہے سر جھکانے کیلئے
یاس کو سر کہیے یا کوئی قہرِ زندگی — سر کہاں سے لاؤں اُنکے آستانے کیلئے
پا کو ٹھوکر لگا انکی ضرورت ہی نہیں — آپ کی آواز کافی ہے جلانے کیلئے
وسعتیں دیتی ہے قسمت میکشوں کی خاک کو — قابلِ دور ایک پیمانہ بنانے کیلئے
شگفتہ انکی محفل سے چلے آئے جمال — کون انھیں مجبور کرتا مسکرانے کیلئے

جناب کیف صاحب مرادآبادی ایڈیٹر دستکار گزٹ جالندھر

دل کو لیو آمادہ کیجے غم اٹھانے کیلئے
زندگی اک رنج ہے سچا ہو زمانے کیلئے

غرق غم ہو جا اگر ہے خواہش فانی غم
ہوش کھو دینا ہو لازم ہوش آنے کیلئے

حسن کے ہاتھوں سے تکمیل فنا ہونے تو دو
بجلیاں لائیں گی تنکے آشیانے کیلئے

اپنی ہستی کو زسرتاپا جبیں تو کر دیا
اور کیا کرتا میں اُن کے آستانے کیلئے

بجلیوں کی یورش پیہم ہے دل پر کیا ضرور
اک جھلک کافی ہے دیوانہ بنانے کیلئے

راہِ غم میں ہر قدم پر ہے مصائب کا ہجوم
دل کی پنہاں قوتوں کو آزمانے کیلئے

عہد پورا ہو گیا لے ہو چکی تکمیل غم
اب تو آجا دل کی رگ رگ میں سمانے کیلئے

دید کیا ہے جرأت بیباک چشم شوق کی
حسن کے خوابیدہ فتنوں کو جگانے کیلئے

عشق کیا ہے انکو دیوانوں کی ہستی بے پناہ
کل جہاں والوں کو اک [illegible] کیلئے

کیسا بادہ کیسی مستی کیسا لطف جامِ کشتی
ہم تو پیتے ہیں فقط ساقی بنانے کیلئے

انکے ہونٹوں پر کبھی آتی ہے موج ابتسام
مدتوں تک خون کے آنسو رلانے کیلئے

پھر ہوئی جنبش حریم ناز کے پردوں میں کیف
پھر کوئی بے چین ہے جلوہ دکھانے کیلئے

جناب محمد یوسف صاحب یوسف [illegible]

وہ مری بالیں سے اب اٹھ ہی چلے جانے کیلئے
موت سے کہہ دو رہے تیار آنے کے لئے

دست رنگیں ہے اگر مخصوص شانے کیلئے
دو اجازت مجھ کو آئینہ دکھانے کے لئے

خواب سے بیدار ہو او سونے والے آنکھ کھول
دیکھ آیا ہے کوئی صورت دکھانے کے لئے

ہم سے لو پوچھو ہم سمجھتے ہیں مآلِ حسن و عشق
ایک شمع کیلئے ہے اک مٹانے کیلئے

او لگا قفل آشنا گھر سے نکل باہر تو آ
منتظر اغیار ہیں حسرت اٹھانے کیلئے

خالِ رخ پر جان دیدی تمنا اور قربان دیئے
یعنی وہ شانے الفت ایک دانے کیلئے

ہیں سمجھ لوں یہ کہ معراجِ دعا مجھ کو ملی
آپ آجائیں اگر میت اٹھانے کیلئے

بجلیاں گرنے لگیں چمکیں کی چشمِ تر سے
جب سے چنے کچھ میں تنکے آشیانے کیلئے

حسرتوں سے دل بسایا اور انکو دیدیا
میں نے اپنا گھر بنایا تھا اٹھانے کیلئے

اور کوئی کیا نہیں نقشِ دلِ مرحوم پر
ایک حسرت ہی تو تھی حسرت اٹھانے کیلئے

جب کسی کو شک ہوا اب لیجاتا ہیں کہیں
میں نے کھولا تھا دریچہ یوسف دکھلانے کیلئے

جناب محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی

اور اب کیا چاہیے دنیا سے جانے کیلئے
وہ خفا ہیں موت آئی ہے منانے کیلئے

آپ کیوں آئے مجھے کیوں لائے بزمِ غیر میں
شمع کیا کم تھی یہاں جلنے جلانے کیلئے

عشق جب تک لذتِ دیدار سے واقف نہ تھا
حسن خود بیتاب تھا جلوہ دکھانے کیلئے

ہائے اب سوچا یہ میں نے سر نگوں ہو کے لحد
مجھکو مہلت کیوں نہ تھی سر اٹھانے کیلئے

اصل مقصد سے غرض ہے عشق ہو یا موت ہو
کچھ بہانہ چاہیے دنیا سے جانے کیلئے

تو نے میری جان سے دشمن مجھے سے کیا کیا
حشر تک زندہ رہو صدمہ اٹھانے کیلئے

مجھ سے ذکرِ غیر کیوں کرتے تھے وہ میخانے کو لیجا
کچھ بہانا ڈھونڈتے ہیں رخ ڈھلانے کیلئے

یہ نہ تھا معلوم اس کوشش میں ہیں خود میخانے کو
آئے تھے دنیا میں ہم دنیا بسانے کیلئے

دیکھئے یا پردہ کب اٹھتا ہے حرمِ ناز سے
مجھ ہیں مشتاقِ دید آنکھیں بچھانے کیلئے

مجھے نہایت افسوس ہے کہ استاد مدظلہٗ حضرت نوح ناروی باوجود میرے اصرار کے اس مشاعرے میں شریک نہ ہو سکے مگر صاحب موصوف کا عذرِ شرکت اسقدر زبردست تھا کہ مجھے جائے شکوہ باقی نہ رہا۔ خاص ۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء کو ہی اُن کے اکلوتے حقیقی بھتیجے کی شادی تھی۔ تاہم میں اُنکا ممنون ہوں کہ انھوں نے میری خاطر سے غزل لکھکر روانہ فرمائی۔ جو زینتِ گلدستہ کی جاتی ہے۔

دعا

تاجدارِ سخن تاج الشعرا فصیح العصر حضرت نوح ناروی

رہ گئے وہ لطف و عیش اب یاد آنے کیلئے
جس کے پانے کیلئے تھی اس زمانے کیلئے

کم سے کم یہ چاہیئے میرے فسانے کیلئے
تم ہو سننے کیلئے میں ہوں سنانے کیلئے

جور سہنے کیلئے ایذا اٹھانے کیلئے
دل ہمارا وقف ہو سارے زمانے کیلئے

اتنے ہی دنیا سے جانے کیلئے بیتاب ہیں
جتنے تھے بیتاب ہم دنیا میں آنے کیلئے

خونِ حسرت آپ بھر دیں کھینچکر تصویرِ دل
کوئی سرخی چاہیئے میرے فسانے کیلئے

دفن کا لوفی الحقیقت ایک حیلہ ہو گیا
آپ آئے خاک میں مجھ کو ملانے کیلئے

واقعاتِ غم سبھی میرے درس لینگے اہلِ عشق
چھوڑ جاؤنگا انھیں اگلے زمانے کیلئے

ہو گیا جوشِ جنوں کیا شامل جوشِ بہار
غنچۂ گل ہی نہ تھے کم گل کھلانے کیلئے

یوں سمجھ میں آ نہیں سکتے رموزِ حسن و عشق
ہو مفصل شرح اس مجمل فسانے کیلئے

فرقتِ ساقی میں کیا آئیگا لطفِ مے کشی
ابر تو اٹھا مگر بجلی گرانے کیلئے

بزمِ ادب کی دوسری نشست

کلام غیر طرح

محمد مرتضیٰ احسن صاحب دعاؔ سکریٹری بزمِ ادب ڈبائی

اعتمادِ غیر پہ جائیے نہ دھوکا دیکھئے
آپ نے دنیا کہاں دیکھی ہے دنیا دیکھئے

پہلے آئینہ میں اپنا روئے زیبا دیکھئے
دیکھنے والے کا پھر اسکے کلیجا دیکھئے

بیٹھ کر دل میں کسی دن یہ تماشا دیکھئے
آپ کو دنیا نہ دیکھے آپ دنیا دیکھئے

دفن کر دیں آپ میری لاش اپنے گھر کی راہیں
دوشِ نازک سے نہ اٹھے گا جنازہ دیکھئے

حضرت موسیٰ ابھی سے کھو گئے ہوش و حواس
آپ جلوہ دیکھنے آئے تھے جلوہ دیکھئے

رعبِ حسنِ یار کہتا ہے نہ دیکھیں مجھکو آپ
شوق کہتا ہے یہ تقاضا بے محابا دیکھئے

آپ تھے دل میں تو دل کی بات ہی کچھ اور تھی
گو وہی دل ہے مگر اب اسکا نقشا دیکھئے

حضرت ناصح محبت چھوڑنے کی چیز ہے
دل نہیں سنتا ہماری آپ سمجھا دیکھئے

آپ نے جب سے دیکھنے والے سے کل پردا کیا
کر لیا آج اس نے دنیا بھر سے پردا دیکھئے

جانتا ہوں ترک لذت کا نتیجہ کچھ نہیں
آپ اگر اصرار کرتے ہیں تو اچھا دیکھئے

ظلم و جور آٹھوں پہر قہر و غضب شام و سحر
پھر بھی میں خاموش ہوں میرا کلیجا دیکھئے

میرے دل میں بھی رہا کرتا ہے کوئی نازنیں
آپ کو باور اگر آتا نہیں آ دیکھئے

کسکی ہمت ہے جو دیکھے برق حسن یار کو
جانے دیجئے کیوں موسیٰ ہی کا قصہ دیکھئے

آپکو دلوانگی دل سے کچھ مطلب نہیں
آپ اپنے حسن و دلکش کا کرشمہ دیکھئے

کل جنہیں اپنا سمجھتا تھا وہی ہیں آج غیر
ہائے کیا رنگ ہیں زمانے سے زمانا دیکھئے

جسکو کہتے ہیں محبت وہ بری ہی چیز ہے
مجھ سے الفت کرکے آپ اسکا تماشا دیکھئے

اسکا جلوہ ہر طرف اسکی تجلی چار سو
مجھکو تو حیرت ہے دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھئے

عقل کہتی ہے شب وعدہ وہ آ سکتا نہیں
شوق کہتا ہے سحر تک آپ رستا دیکھئے

اس ستم ایجاد پر میں جان دیتا ہوں دعا
میری ہمت، میرا دل، میرا کلیجا دیکھئے

جناب بابو منوہر لال صاحب وفا گوالیاری

یہ کہا تھا میری قسمت ہی بری دنیا نہیں
آپ کیا سمجھے ہیں تو یہ آپ کا شکوا نہیں

دشت ایمن اب بھی ہے معمور جلووں سے ترے
بات تو یہ ہے کہ کوئی دیکھنے والا نہیں

بہتے بہتے بند ہو جائیگا اشک سیل غم
آنکھ آخر آنکھ ہی ہے یہ کوئی دریا نہیں

پردۂ راز محبت کا نتیجہ یہ ہوا
پردے پردے میں یہاں ہو جاتا پردا نہیں

اٹھ گیا بار محبت کا تحمل دیکھئے
جان تو دیدی سر مقتل مگر تڑپا نہیں

اشک غم رنگین بھی وہ پردہ دری آلام کا
رنگ مقبول آرزو کا داغ تو دھلتا نہیں

وصلِ لیلیٰ خواب تھا گویا خیالِ ہجر کا
جب کھلیں آنکھیں تو دیکھا رات ہی لیلیٰ ابھی

اُن سے اُٹھتے ظلم کی فریاد یا قصدِ فغاں
اے دلِ راحت طلب یہ عشق کا شیوا نہیں

لیکر اپنی آرزو آئیں اور میں جاؤں کہاں
تیرا بندہ ہوں میں کوئی غیر کا بندا نہیں

آج ان سے کر بھی دو اظہارِ شوقِ دل وفا
مانگنے والے کو بے مانگے تو کچھ ملتا نہیں

جناب انعام الرحمٰن صاحب انعام بسری گوالیاری

لگی ہے کیسے نشیمن میں آگ کیا معلوم
دھواں تو باغ سے اُٹھتا ہوا ہو معلوم

ہمیں تمہاری نگاہوں سے ہو گیا معلوم
کہ ان میں ہے کبھی محبت تو پھر ذرا معلوم

کشاں کشاں لئے جاتا ہے جذبِ نامعلوم
کہاں کو جاؤں کہاں کا ہوں میں خدا معلوم

ہماری طرح جو حیران ہو گئے تم بھی
ذرا کہو تو ہو آئینہ میں کیا معلوم

چمن تھا یار تھا ساقی تھا دورِ ساغر تھا
فلک بھی تاک میں تھا تو تھا یہ نہیں تھا معلوم

میں کیا بتاؤں کہاں ہے دلِ اسیر مزاج
تم اپنی زلف سے لو پوچھ یہ مجھکو کیا معلوم

کسی سے دل کا فسانہ نہیں کبھی کہتا میں
تو کیا کسی کو نہ ہوتا یہ ماجرا معلوم

ہمارے دل کی سمجھ جاؤ تم چلو سمجھے
تمہیں یہ راز ہو معلوم ہم کو ہو چکا معلوم

بتائے دیتے ہیں پہچان ہم جوانی کی
لگاوٹوں سے ہوگی تمہیں حیا معلوم

خدا کی شان وہ کہتے ہیں مجھ کو دیکھ کے اب
یہ شکل تو مجھے ہوتی ہے آشنا معلوم

سمجھتے تو خود نہیں معلوم مدعا اپنا
تمہیں کہاں سے ہوا میرا مدعا معلوم

خدا گواہ ہے کہ ہمکو ہمارے دل کی لگی
یہ ابتدا ہے ہماری تو انتہا معلوم

خدا علیم ہے تم سے مجھے محبت ہے ۔ تمہارے دل پہ اثر کیوں نہیں خدا معلوم
وفا کی خوبی ہے ہم میں خدا کرے سچ ہو ۔ تمہیں تو آج یہ الہام [?] ہے ہوا معلوم

جناب فیاض الدین احمد خاں صاحب فیاض گوالیاری

سکریٹری بزم اردو لشکر

خود اپنی محویت غم سے شرمسار ہوں میں ۔ وہ آکے چل بھی دئیے وقف انتظار ہوں میں
قفس نہیں بھی تو گلشن کا غمگسار ہوں میں ۔ ذرا حجاب کہ گئی تجلی کہ بیقرار ہوں میں
قسم خدا کی اس انداز پر نثار ہوں میں ۔ جو چاہیں آپ کریں اور ذمہ دار ہوں میں
تجھے اگر ہم سمجھ کر گناہگار ہوں میں ۔ جو یہ خطا ہے تو اتنا قصوروار ہوں میں
ازل سے کیف تسلسل کا انتشار ہوں میں ۔ تمہاری آنکھ کے ڈوروں کا رازدار ہوں میں
جگر کے خون سے لکھا ہوا افسانہ ہوں ۔ الم نگار محبت کا شاہکار ہوں میں
یہ کیا ستم ہے کہ تقصیر بھی نہیں ملتی ۔ قصوروار اور اتنا قصوروار ہوں میں
تجھے جو تم نہ مٹاؤ تو حشر تک نہ مٹوں ۔ تمہارے وعدۂ فردا کا اعتبار ہوں میں
ترے شباب کو نرگس بنا دیا میں نے ۔ غرور حسن ہوں میں آنکھ کا خمار ہوں میں
گلوں کے منتشر اوراق پر یہ لکھے ہو ۔ خزاں کے دور میں دیوانۂ [?] بہار ہوں میں
تڑپ کے کہتی ہے بجلی مرے نشیمن پر ۔ ترا قرار مٹانے کو بے قرار ہوں میں
اندھیری رات یہ کہہ کے چھیڑتی ہے مجھے ۔ کہ چار چاندنی راتوں کی یادگار ہوں میں
وہ مجھ سے مہلت مرگ جو انکے شناگی (?) ہیں ۔ میں یوں خموش ہوں جیسے قصوروار ہوں میں
تصورات میں رہتا ہوں غرق میں فیاض ۔ تخیلات کا اک بحر بے کنار ہوں میں

تیری ہر آنکھ میں ہے میخانہ
تو مجسم ہے ایک افسانہ
قطرہ قطرہ ہے تیرا مستانہ
کیوں نہ شاقی ہو تیرا دیوانہ
تجھ کو جام شراب میں دیکھا
اے مری دوست میری پیاری دوست!

(۴)

نور تیرا ہے چشم حیراں میں
تو نمایاں ہے جوش ارماں میں
کھل رہا ہے تو ہر گلستاں میں
تو ہے بلبل کے نالۂ افغاں میں
تیرا جلوہ گلاب میں دیکھا
اے مری دوست میری پیاری دوست!

(۵)

تجھ سے دونوں جہاں کو الفت ہے
تیرے دم سے بہار جنت ہے
تیری آواز صوت قدرت ہے
تیری ہر سانس ساز عصمت ہے
تجھ کو سوز رباب میں دیکھا

اے مری دوست میری پیاری دوست!

(۱۴)

تجھ کو ڈھونڈا ہزار شبنم نے
کیا دریافت چشمِ پُر نم نے
کہیں پایا نہ سارے عالم نے
وہ تو دشواریوں سے اک ہم نے
اپنے ہی اضطراب میں دیکھا
اے مری دوست میری پیاری دوست!

رودادِ فراق

(جناب ساغر صاحب نظامی)

جرعۂ جامِ مئے ہوش ربا لیتا ہوں
اور ہر گھونٹ پہ پہلے نامِ خدا لیتا ہوں

تم نے اک شام جو گایا تھا لگا ہونٹوں سے کبھی
میں شبِ غم وہی نغمہ کبھی گا لیتا ہوں

جب نہ ہو تجھ کو میسر ترا گل رنگ شباب
نشہ میں چاند کا پرتو ہی بچا لیتا ہوں

جب ستاتے ہیں طربناک ہوا کے جھونکے
میں تمہیں اپنے خیالوں میں جگا لیتا ہوں

جب تصور میں تم اٹھتے ہو قیامت بنکر
اپنی آغوشِ محبت میں چھپا لیتا ہوں

جذبۂ وصل پریشان جو کرتا ہے مجھے
شمع کی لو کو کلیجے سے لگا لیتا ہوں

جو بتاتی ہے کبھی تشنگیٔ ذوق مجھے — تیری تصویر کو میخانہ بنا لیتا ہوں
اپنے کوچے میں مرا جذبۂ تکریم تو دیکھ — ایک اک ذرہ کو آنکھوں سے اٹھا لیتا ہوں
خواب میں روز وہ آتے ہیں تو میں کہتا ساغرؔ
روز سوئی ہوئی قسمت کو جگا لیتا ہوں

پُجارن

(جناب ساغرؔ صاحب نظامی ایم اے)

(۱)

اے مندر کا راز پجارن — اے فطرت کا ساز پجارن
پریم نگر کی رہنے والی — ہر کی بتیاں کہنے والی
سیدھی سادی بھولی بھالی — بات نرالی گات نرالی
گردن میں تلسی کی مالا — دل میں اک خاموش شوالہ
ہونٹوں پر بیپاسے رقصاں — آنکھوں میں مینا سے رقصاں
اے دیوی کا روپ پجارن
تیرا روپ انوپ پجارن

(۲)

بھینی بھینی بو ساری میں — ساری مدھ میں تو ساری میں

(۷)

تجھ کو دل کے گیت سناؤں — پھر چرنوں پر سیس نواؤں
ترلوک اور آکاش جھکا دوں — دھرتی کی شکتی لچکا دوں
تارے چاند اور بھورے بادل — باغ ندی اور دریا اور جنگل
پربت روکھ اور مسجد مندر — ساقی پیمانہ اور ساغر
دنیا ہے تیرے قدموں پر — قدموں کے نیچے میرا سر

اے دیوی کا روپ پجارن
تیرا روپ انوپ پجارن

(۸)

ایک پجارن ایک پجاری — پریت کی ریتیں کر دیں جاری
دل میں پریت اور پیار کو بھر دیں — پریم سے کل سنسار کو بھر دیں
لالچ اور لوبھ کے بت کو توڑیں — پاپ اور کرودھ کا نام نہ چھوڑیں
پریم کا رس دوڑے رگ رگ میں — ہو اک پریم کی پوجا جگ میں
دونوں اس دھن میں مر جائیں — تیرتھ ایک عجیب بنائیں

اے دیوی کا روپ پجارن
تیرا روپ انوپ پجارن